ماھنامہ

# آنکھ مچولی

کراچی

اس شمارے
کے ساتھ ایک
خوبصورت ویڈیو کارڈ
مفت

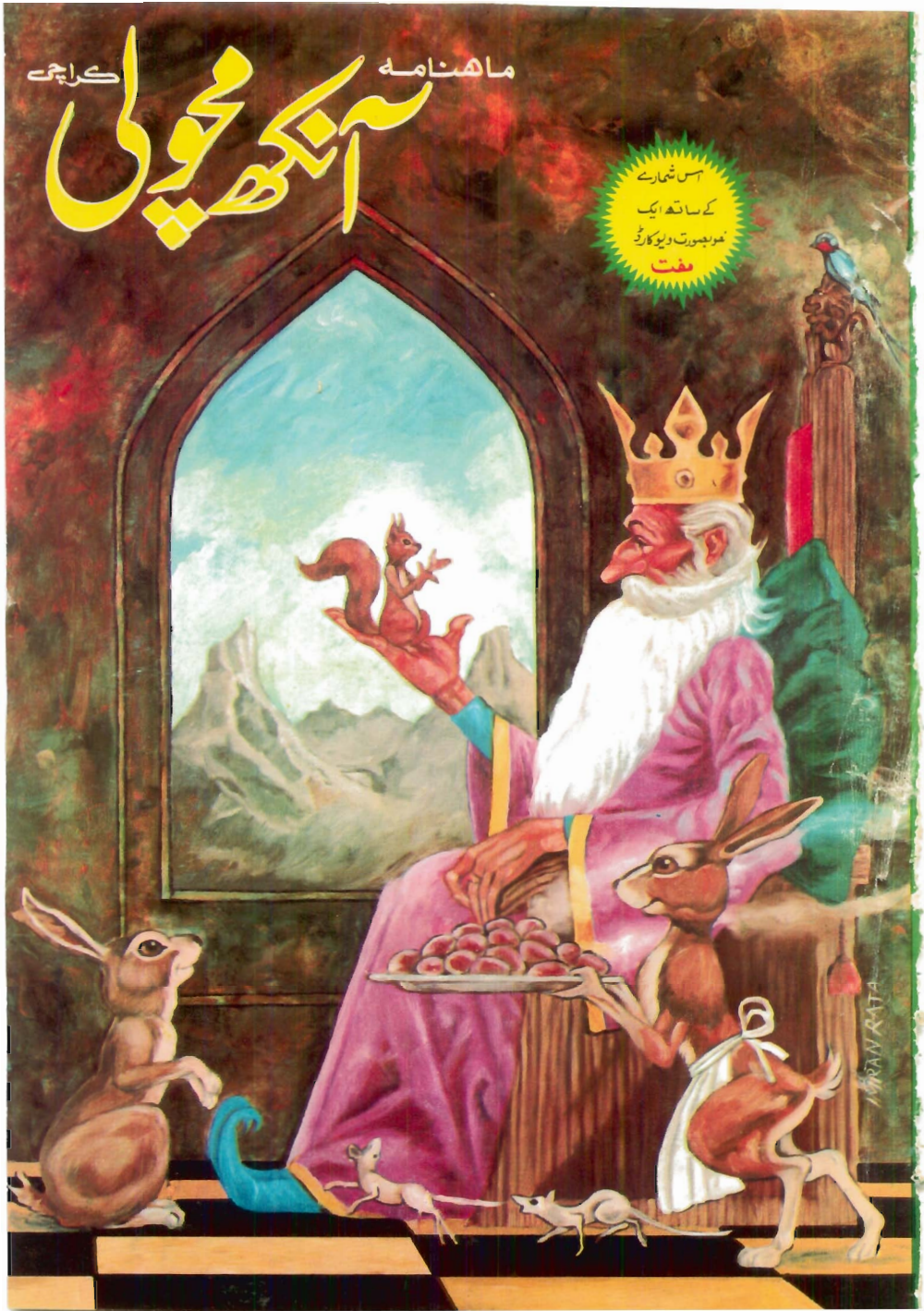

اِتنے سارے پھلوں کا
تازہ نکھار اِک روپ
احمد
مِکسڈ فروٹ جام
TASTE AHMED PRESERVES !!!
AHMED'S
JAM
MIXED FRUIT

ماہنامہ
# آنکھ مچولی
کراچی

جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۶

دسمبر ۱۹۸۶ء ربیع الاوّل، ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

سرپرست
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مدیرِ اعلیٰ
ظفر محمود شیخ

مدیرِ مسئول
تجمل حسین چشتی

مدیرانِ اعزازی
امجد اسلام امجد
محمد سلیم مغل

قانونی مشیر (اعزازی)
خواجہ عدیل احمد (ایڈووکیٹ)

ناظم اشتہارات و سرکولیشن
طارق ظفر برنی

کیلی گرافی
رئیس الحسن

قیمت: ۵ روپے
زرسالانہ مع خصوصی شمارے
عام ڈاک سے: ۴۰ روپے
بذریعہ رجسٹری
۷۰ روپے

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی میں شائع ہونے والی کہانیاں اور ان کے کردار اور واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

ناشر: ظفر محمود شیخ طابع: زاہد علی مطبع: لاریب پرنٹنگ پریس ایم اے جناح روڈ کراچی مقام اشاعت: ۱۱۲- ڈی۔ سائیٹ کراچی ۱۶

گرین گائیڈ اکیڈمی۔ زیر سرپرستی ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن ۱۱۲- ڈی۔ نورس روڈ۔ سائٹ۔ کراچی ۱۶

# حسنِ ترتیب


۶ اچھی بات ——— حکایت سعدی

۹ ڈاک ڈاک کس کی ڈاک (خط اور ان کے جوابات)

۱۵ غار والوں کی کہانی ——— قرآنی کہانی واہ نمائے

۲۱ ایک ہو جاؤ سب ——— (نظم) اقبال حیدر

۲۳ توبہ میری توبہ ——— (غیر ملکی کہانی) رفعت ہمایوں

۲۹ اے قائد اعظم ——— (نظم) نفیس فریدی

۳۱ ٹیپو کی ندامت ——— ملکہ افروز وہیلہ

۳۴ لزیدار مطیفے ——— (منتخب لطائف)

۳۹ ورلڈ کپ کرکٹ ——— علی نوری

۴۷ دیوارِ چین ——— سیّد ابو احمد عاکف

۵۱ سپنوں کی تعبیر ——— جان محمد خاصخیلی

۵۷ نئی مہم ——— (حق اسکواڈ) اخلاق احمد

۶۹ تلقین ——— (نظم) محمد امان خان دل

۷۲ افغانستان ———

۷۷ ٹافیوں کا فریب ——— غازی مختار

۸۳ آنکھ مچولی ——— (نظم) محمد سلیم مغل

۸۵ کتابیں جمع کرنا (مشاغل کی کہانی) عقیل عباس جعفری

۹۱ تعاقب (دو ہی بھیس بدلتا ہے) عظیم سرور

۱۰۱ تحریری مباحثہ "رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے"

۱۰۹ نیکی ہو تو ایسی ——— سیّد عبدالودود شاہ

۱۱۳ ذہانت کسی کی میراث نہیں انور سعد

۱۱۹ فیصلہ ... شیخ سعدی کی زندگی کا اہم واقعہ

۱۲۲ پہیلی (نظم) پروفیسر عنایت علی خان

۱۲۳ ہمارے دانت ——— سیّدہ نگہت سیما

۱۲۶ دائرہ معلومات ——— اُم رُباب جعفری

۱۳۱ ننھے ہاتھ نئی تحریریں - بچّوں کی تحریریں



**غیر ممالک کے لئے سالانہ شرح خریداری**

۱۵۰ روپے/۹ امریکی ڈالرز: متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن،

۲۰۰ روپے/۱۲ امریکی ڈالرز: بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی،

۳۰۰ روپے/۱۸ امریکی ڈالرز: آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ،

# بات چیت

ساتھیو

گزشتہ دنوں کراچی اور دیگر شہروں میں ہونے والے ہنگاموں کے بارے میں آپ نے بھی پڑھا اور سنا ہوگا .. ان ہنگاموں میں نہ جانے کتنی جانیں تلف ہوئیں اور کتنی املاک کا نقصان ہوا ان واقعات کو سوچتے ہیں تو آنکھیں نم اور گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں. کاش یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہم ایک ہی خدا کے ماننے والے ہیں اور ایک ہی رسولؐ کی اُمّت ہیں تو پھر ہم محبت سے کیوں نہیں رہتے اور یہ آئے دنوں فسادات کیوں ہوتے ہیں ؟

غور کیجئے ... شیطان کسی روپ میں کسی بہروپ میں ہمارے درمیان کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ شیطانی قوتیں ہم پر غالب کیوں نہ آئیں جب ہم نے اس سبق ہی کو بھلا دیا ہے جو ہمارے نبیؐ نے ہمیں دیا تھا .. ایک اُمّت بن کر متحد رہنے کا درس .. ایک خدا کو ماننے اور اس کے آگے جھکنے کا درس ... اور پھر یہ مقدّس ماہِ رواں تو یوں بھی نبیؐ اکرمؐ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے .. ربیع الاوّل کا یہ مہینہ ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ ہم اس عہد کی تجدید کریں جو ہم نے کلمہ پڑھ کر اپنے خدا سے کیا ہے وعدہ کریں کہ مل جُل کر محبت سے رہیں گے، ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ بانٹیں گے ... ہم میں سے کوئی کہیں کا بھی رہنے والا ہو .. کوئی بھی زبان بولتا ہو ...

ہر کلمہ گو ہمارا بھائی اور ہم اس کے بھائی ہیں ... اگر ہم نے ایسا نہ سوچا تو کیسے ممکن ہے کہ ہم دنیا کی بڑی قوت بن کر دین و وطن کو سرخرو کر سکیں۔

قائد کے عطا کردہ اس وطنِ پاک کی حفاظت کے لئے وطن کے ننھے سفیروں سے یہی کچھ ہمیں کہنا ہے ... یہی کچھ وقت کا تقاضہ ہے اور یہی پیارے نبیؐ کا پیارا درس۔

آپ کا دوست

مظفر محمد شیخ

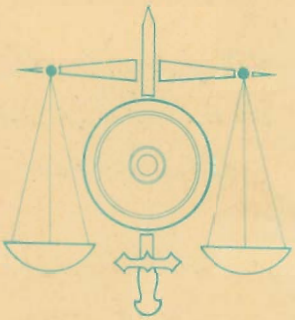

# اچھّی بات

ایران کا مشہور بادشاہ نوشیرواں جو اپنے عدل وانصاف کے باعث نوشیرواں عادل کہلاتا تھا، ایک بار شکار کے لئے گیا۔ شکار گاہ میں اس کے لئے کباب تیار کئے جا رہے تھے کہ اتفاق سے نمک ختم ہو گیا۔ شاہی باورچی نے ایک غلام سے کہا کہ قریب کی بستی میں جا اور وہاں سے نمک لے آ۔

بادشاہ نے یہ بات سُن لی۔ اُس نے غلام کو قریب بلایا اور اسے تاکید کی کہ قیمت ادا کئے بغیر نمک ہرگز نہ لانا۔ غلام بولا، ذرا سا نمک کسی سے مفت لے لوں گا تو کیا فرق پڑے گا۔

نوشیرواں نے کہا ضرور فرق پڑے گا۔ ہر برائی ابتدا میں ایسی ہی معمولی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن پھر وہ بڑھتے بڑھتے اتنی بڑی بن جاتی ہے کہ اسے مٹانا آسان نہیں ہوتا۔

---

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدّس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

# ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پیارے نبیؐ
ہیں ہمارے نبیؐ
وہ محمدؐ ہوئے
وہ ہی احمدؐ ہوئے

لائے پیغام رب
کر گئے نام رب
تحفہ قرآن کا

ان کے دم سے ملا
نور پھیلا گئے
راہ دکھلا گئے
حق نے فرما دیا
جو بھی ان کا ہوا

ہے وہی کام کا
دینِ اسلام کا
اس کا ایمان ہے
وہ مسلمان ہے

ظہیر احمد تاج

قالین کی صفائی میں سب سے اعلیٰ

ٹپ ٹاپ

ڈرائی کلینرز

فون :- ۴۱۴۴۶۴

۴۳۷۱۴۳

علامہ اقبال روڈ

پی ای سی ایچ ایس

حسن اپارٹمنٹس

۴۴۰۴۰

ڈیفنس سوسائٹی

۵۴۲۱۶۳

کلفٹن

۵۳۰۳۶۹

ناظم آباد

۶۱۳۹۱۶

# ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

محترم بھائی جان، السلام علیکم، اپنے پیارے رسالے کی خیریت نیک مطلوب ہے۔

رسالے کی آمد نے ایک بار پھر خط لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کسی کو اس کی خامیاں بتانا کہ اپنی اصلاح کر لے دینی و دنیاوی نقطۂ نگاہ سے اچھی بات ہے اور خوبیوں کی تعریف کرنا کہ انہیں برقرار رکھے اور حوصلہ افزائی ہو یہ بھی احسن فعل ہے اسی لئے میں ہر ماہ رسالے پر تبصرہ و تنقید کرتی ہوں۔ لہٰذا اب آیئے اصل موضوع کی طرف مختلف لوک کہانیوں کے سلسلے کی کہانی "انسان دوستی" واضح اور بچوں کے معیار کے مطابق نہ تھی کیوں؟ اس پر آپ کو ضرور غور کرنا چاہیئے۔ کارٹون البتہ خوب تھے۔ جہانگیر خٹک کا مضمون 'ناموں کا سفر' ہماری غذا، آیئے مقرر بنیں، سگے جمع کرنا مفید اور دلچسپ مضامین تھے۔ ناول "رومی بھیس بدلتا ہے" سست روی کا شکار ہو گیا ہے جبکہ "حق اسکواڈ" کی بے حد کمی محسوس ہوئی۔ اخلاق احمد صاحب کے صاحبزادے کے انتقال کی خبر نے ہمیں بھی غمگین کر دیا ہے ہماری طرف سے بھی ان سے تعزیت کیجئے گا۔ خدا انہیں اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

طاہرہ علی سحر ——— ملیر ہالٹ، کراچی

اچھی بہن طاہرہ علی سحر۔ آپ کا تبصرہ پسند آیا۔۔ واقعی اگر تنقید کے دروازے بند ہو جائیں تو خرابیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر وہی خط جواب کے لئے منتخب کرتے ہیں جن میں تعمیری تنقید اور ہماری غلطیوں کی نشاندہی ہوتی ہے آپ کو "انسان دوستی" پسند نہیں آئی جبکہ بہت سے بچوں نے اسے پسند کیا، اچھا ہوتا اگر ناپسندیدگی کی وجہ بھی لکھ دیتیں۔ گنی کی اس لوک کہانی کا موضوع چونکہ بالکل مختلف اور عام موضوعات سے ہٹ کر ہے اس لئے ممکن ہے آپ کو اچھی نہ لگی ہو۔۔۔ یہ بات ذہن میں ضرور رکھیئے کہ ہم آئے دنوں مختلف ممالک کی کہانیاں اس لئے شائع کرتے ہیں تاکہ آپ کو پتہ چل سکے کہ ہر ملک کی ثقافت، رہن سہن، رسم و رواج طور طریقے اور سوچنے کا انداز الگ الگ ہے۔ دیگر مضامین اور کہانیوں کی پسندیدگی کا شکریہ۔۔۔ "رومی بھیس بدلتا ہے" سست روی کا شکار نہیں ہوا بلکہ یہ ناول کی مجبوری ہے کہ وہ واقعات کے ساتھ ساتھ سست اور چست

ہوتا رہتا ہے ـــ آپ نے دعاؤں اور محبت کے الفاظ کے ساتھ اخلاق کے غم میں جس طرح شرکت کی ہے اسی طرح لاتعداد ساتھیوں نے تعزیتی خط لکھ کر اخلاق کا دکھ بانٹنے کی کوشش کی ہے ... آپ کے نیک جذبات اخلاق تک پہنچا دیئے گئے ہیں .. وہ آپ کے ممنون بھی ہیں اور آپ سب کے لئے دعاگو بھی۔

---

**ڈیر بھائی جان۔** السلام علیکم، نومبر کا آنکھ مچولی پڑھا لیکن کئی مقامات پر طباعت کی غلطیاں دیکھ کر افسوس ہوا کہ اتنے معیاری رسالے میں بھی کیا ایسا ممکن ہے؟ ویسے تو تمام مضامین عمدہ تھے لیکن سکے جمع کرنا اور ناقابلِ تسخیر جہانگیر خان بہت پسند آئے۔ جہانگیر خان کے مضمون میں علی نوری صاحب نے راس نارمن کو آسٹریلوی کھلاڑی لکھا ہے جبکہ میری ناقص معلومات کے مطابق ان کا تعلق نیوزی لینڈ سے ہے۔

دائرہ معلومات کے سلسلے میں ایک تجویز ہے کہ آپ اس کے پہلے جواب کا آخری حرف نہ لکھا کریں اس طرح سوالات بہت آسانی سے حل ہوجاتے ہیں اور جوابات کے حصول کے لئے کتابوں کو زیادہ کھنگالنا نہیں پڑتا۔ دوسری بات یہ کہ سوالات ذرا مشکل ہونا چاہئیں۔ **سلمان شیخ ـــــــــ بیوا ج کالونی، حیدرآباد**

**بھائی سلمان شیخ صاحب** خط لکھنے کا شکریہ ... طباعت کی واقعی چند غلطیاں رہ گئیں ... پوری کوشش کے باوجود تھوڑی بہت غلطیوں کا امکان باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ پروف ریڈنگ علیحدہ سے ایک فن ہے جو بہت آسان نہیں، ہماری کوشش ہوگی کہ آئندہ یہ امکان بھی باقی نہ رہے۔ راس نارمن نیوزی لینڈ ہی کے کھلاڑی ہیں .. علی نوری صاحب نے انہیں آسٹریلیا کی شہریت دے دی .. ایسا قصداً نہیں ہوا ہے .. اس غلطی پر نہ صرف آپ بلکہ نیوزی لینڈ کے لوگ بھی خفا ہو گئے ہوں گے جبکہ آسٹریلیا کے لوگ شاید خوش ہو گئے ہوں۔ آئندہ ایسی غلطی سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کی جائے گی۔

دائرہ معلومات کے سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہے کہ آنکھ مچولی چھوٹے بچے بھی پڑھتے ہیں اس لئے ان کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

---

**جناب ایڈیٹر صاحب۔** السلام علیکم، ہمارا ایک کلاس فیلو نواب شاہ شہر میں رہتا ہے۔ وہ روزانہ پڑھنے حیدرآباد شہر میں آتا ہے۔ اس نے ایک دن ہمیں نومبر کا آنکھ مچولی رسالہ دکھایا۔ رسالہ دیکھتے ہی ہم نے اس سے چھین لیا۔ سرورق بہت ہی اچھا تھا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ بہت پرانا رسالہ ہوگا۔

مگر جب کھول کر پڑھا۔ تو ہم حیران رہ گئے کہ اس رسالے کی عمر تو صرف پانچ ماہ ہے۔ اتنی کم عمر اور اتنی ترقی!

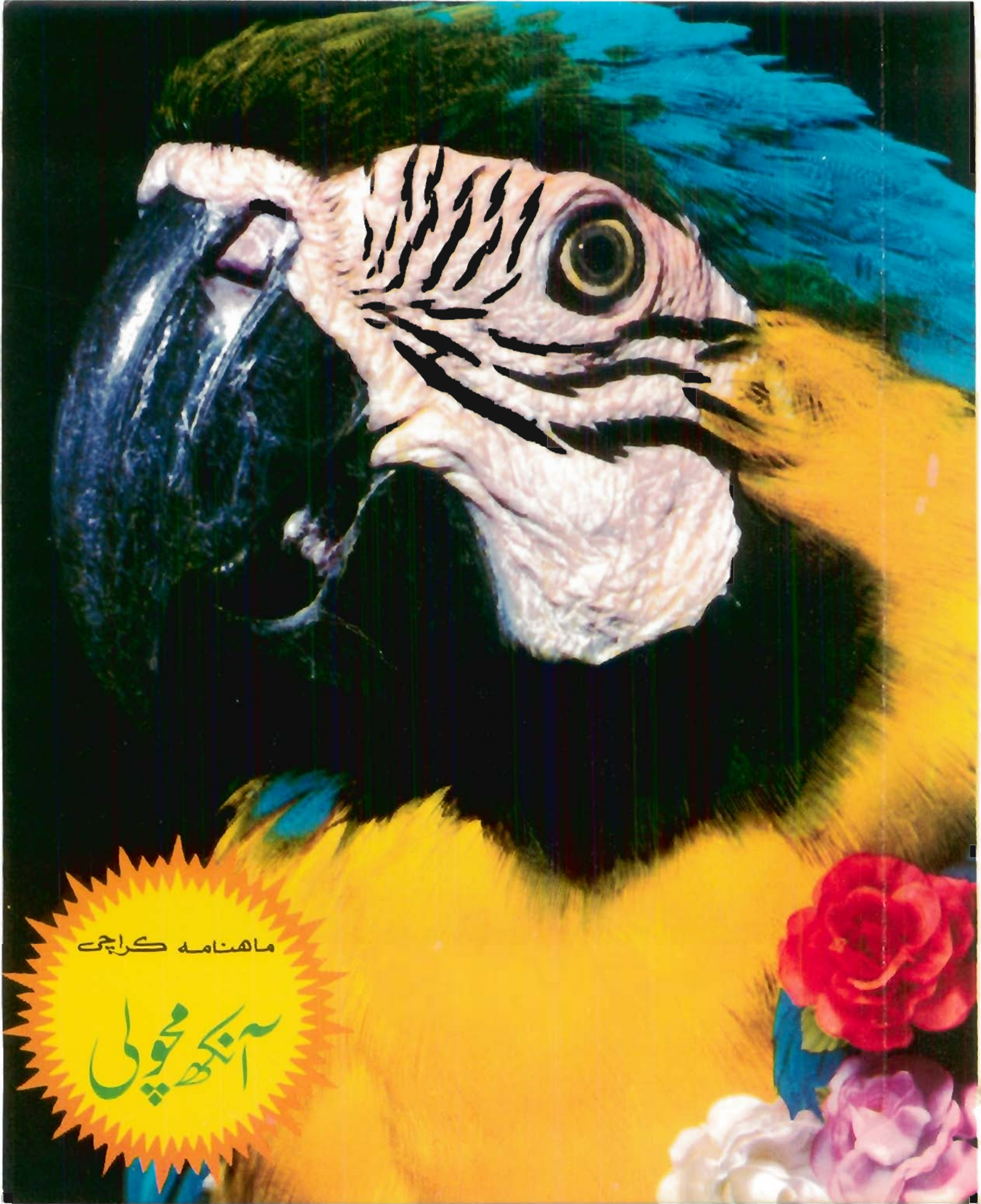
ماھنامہ کراچی
آنکھ مچولی

POST CARD

Monthly

**AANKH MICHOLI**

Karachi

ماہنامہ

# آنکھ مچولی

کراچی


گرین گائیڈ اکیڈمی۔ زیر سرپرستی ظہیر الدین موصوف ایجوکیشنل آرگنائزیشن، ۱۱۲۔ ڈی۔ فورس روڈ، سائٹ۔ کراچی ۱۶

**GREEN GUIDE ACADEMY** D/112, S.I.T.E. Karachi-16

اور دوسرے رسالوں کے مقابلے میں صفحات زیادہ اور قیمت بھی کم یعنی ۵ روپے۔ واقعی یہ بہت اچھا رسالہ ہے اگر کوئی بچہ اس رسالے کو پڑھے گا تو اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

اس رسالے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے۔ اور سرورق کی کیا بات کریں۔

محمد سعید آفتاب، طارق محمود ——— شہو دوڑ (نواب شاہ)

سائیں سعید آفتاب اور ادا طارق محمود۔ آپ نے اپنے دوست سے آنکھ مچولی چھین کر اچھا نہیں کیا ... دیکھیں اس چھینا جھپٹی میں رسالہ پھٹ جاتا تو.. ؟ بُرا نہ مانیئے گا یہ تو ہم نے یونہی کہہ دیا ورنہ ہم بھی جانتے ہیں کہ ایسی چھینا جھپٹی تو دوستوں کے مابین محبت کی نشاندہی کرتی ہے ... آپ نے آنکھ مچولی کی اس قدر تعریف کردی کہ ہم پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اگر رسالے سے آپ کی محبت کا عالم یہی رہا تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ رسالہ اور زیادہ ترقی نہ کرے۔

---

سلام مسنون! بھائی جان میں پہلے رسالے یعنی "آنکھ مچولی" کو دل سے پسند کرتا ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اس رسالے کا جس قدر انتظار رہتا ہے اتنا کسی اور رسالے کا انتظار نہیں ہوتا۔ میں نے تمام رسالے پڑھے مگر "آنکھ مچولی" جس قدر مجھے پسند آیا خدا کی قسم اتنا اور کوئی رسالہ مجھے پسند نہیں آیا۔ مجھے تقریباً ۴ سال ہوگئے ہیں مگر میری آج تک تصویر ٹائیٹل پر نہیں شائع ہوئی، میں نے بہت کوشش کی مگر بے کار گئی۔

اس لئے اب آخری بار کوشش کر رہا ہوں شاید پوری ہو جائے۔ اگر آپ یہ میری تصویر اپنے رسالے کے ٹائیٹل پر لگادیں تو خدا کی قسم پوری زندگی آپ کو یاد کروں گا۔

سلطان بشیر ——— جی سکس فور اسلام آباد

سلطان بشیر جی ... خدا کی قسم ہمیں آپ کی خدا کی قسم پر یقین آگیا .. اور آپ کو خدا کی قسم ہے اگر آپنے آئندہ اتنی قسمیں کھائیں۔ ٹھیک ہے نا؟ بات بات پر قسمیں کھانا اچھی بات نہیں اور آپ تو یوں بھی اچھے بچے ہیں ـــ آپ کو آنکھ مچولی پسند آیا .. یہ سُن کر خوشی سے ہمارا تو خون بڑھ گیا .. ہمارا تو مقصد ہی آپ کو خوش کرنا ہے اگر آپ اور آپ جیسے بہت سے ساتھی خوش ہوگئے تو ہمارا مقصد پورا ہوگیا۔ آپ کی رنگین تصویر شاید شائع نہ ہو سکے ... اس میں ہمارا کیا قصور۔ تصویر صاف، واضح اور زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔ ان شرائط کو آپ پورا کردیں۔ تصویر ضرور شائع ہوگی خط لکھنے کا شکریہ۔

---

واجب الاحترام جناب مدیر اعلیٰ صاحب۔ تسلیم آداب۔ آپ کا خوبصورت رسالہ آنکھ مچولی بڑی

باقاعدگی اور خوبصورتی کے ساتھ مسلسل شائع ہو رہا ہے میرا چھوٹا بھائی اس رسالے کا بہت شوقین ہے میں ہر ماہ اسے رسالہ خرید کر دیتا ہوں یہ رسالہ گرچہ بچوں کا ہے لیکن میں بھی بقدر ظرف اس سے مستفید ہوتا ہوں۔ آپ کا کالم "لڑے دار مطیفے" عنوان تو ہے ہی خوب لیکن خود بھی اکثر بہت خوب ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں رس گھولنے میں لطیفوں کا بھی کسی حد تک ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کا یہ کالم بہت قیمتی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ معلوماتی مقابلے بھی خاصے دلچسپ ہوتے ہیں اور سوالات خاصے علمی ہوتے ہیں کہانیاں بھی بچوں کے معیار سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

میری طرف سے اور میرے دونوں چھوٹے چھوٹے بھائیوں کی طرف سے پر خلوص مبارکباد قبول فرمائیں۔

**ممتاز احمد سدیدی** ——— لوہاری منڈی لاہور

جناب ممتاز احمد سدیدی صاحب ... یاد آوری کے لئے ہم آپ کے ممنون اور خط لکھنے پر شکر گزار ہیں .. آنکھ مچولی کی تعریف اور اسے پسند کرنے کے لئے آپ نے جن الفاظ سے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے ... ہم اس کے لئے بھی آپ کے شاکر ہیں ... چھوٹے بھائی کو رسالہ خرید کر دینے سے پہلے آپ پڑھتے ہیں اس سے اچھی بات اور کیا ہے۔ خدا کرے ملک بھر کے بچوں کے سرپرست بھی اس طرح کرنے لگیں تو کتنی اچھی بات ہو جائے اس طرح والدین کو یہ بھی پتہ چلتا رہے کہ کتنے رسائل ہیں جو محض تجارت کی خاطر بچوں کے ذوق کو بگاڑ رہے ہیں اور کتنے رسائل ہیں جو بچوں کی تفریح، ان کی تربیت اور ان کی کردار سازی کا حق ادا کر رہے ہیں .... لطائف آپ کو پسند آئے ... ہمیں اندازہ ہو گیا کہ آپ خاصے خوش طبع اور اپنے مزاج کے اعتبار سے کافی فراخ دل ہوں گے .. اللہ کرے یہ خوش طبعی اور فراخدلی باقی رہے۔

---

**جناب مدیر آنکھ مچولی۔** السلام علیکم۔ دائرہ معلومات کے دائرہ ۶، ۱۰ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ نمبر ۶ کا جواب "نیرو" ہے لیکن نمبر ۵ کے جواب کا آخری لفظ "ٹ" پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے نمبر ۶ کا جواب "نیرو" کے بجائے "ٹیرو" بن گیا ہے۔ اسماعیل عبدالرحمٰن ——— میٹھادر کراچی نمبر ۲

بھائی اسماعیل عبدالرحمٰن ... ہوا یہ کہ غلطی سے درست دائرے کے بجائے وہ دائرہ لگ گیا جس پر نمبروں کی ترتیب میں غلطی تھی .. ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے سب ہی ساتھی ذہین نکلے اور سب ہی نے اس طرف توجہ دلوائی .. یوں سمجھ لیجئے کہ معلومات عامہ کے امتحان کے ساتھ یہ آپ کی ذہانت کا امتحان تھا جس میں آپ سب کامیاب رہے .. تاہم اس غلطی پر توجہ دلوانے کے لئے شکریہ اور معذرت قبول کیجئے .. ہم آئندہ محتاط رہیں گے۔

بہت سے ساتھیوں نے ہمیں خط لکھ کر آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا اظہار کیا، بہت سی تجاویز اور مشورے بھجوائے۔ صفحات کی کمی کے باعث ہم ان کے مکمل خط تو شائع نہیں کر رہے، البتہ شکریہ کے ساتھ ان کے نام شائع کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے یہ آئندہ بھی ہمیں اسی طرح یاد رکھیں گے

- محمد سعید عباس، ملیر توسیعی کالونی، کھوکھراپار، کراچی
- اعجاز حسین صنم، کوٹری، دادو
- مینا ولی، آریہ محلہ، راولپنڈی
- اعجاز حسین، ینڈ گھب
- محمد اسلم، جگہ کا نام نہیں لکھا،
- محمد محسن، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
- ایم عارف رضا، انصاریاں، گھکھڑ منڈی
- سید شہزاد تفضل، پورن نگر، سیالکوٹ
- شکیلہ شیرازی، ٹنڈو آدم
- ہما سعید، اسلام آباد
- محمد نعمان گل، قائد آباد کالونی، پشاور
- افتخار علی، حمزہ خان، مردان
- طاہرہ نسیم، راولپنڈی،
- حضرت جمیل خان، کوہاٹ
- خواجہ عمر فاروق، النور سوسائٹی، کراچی
- ریحانہ حفیظ، شاہی بازار، مٹیاری
- تجمل حسین حیدری، گورنمنٹ کالج پنڈ دادنخان
- عمر حیات، علاقہ گنج، پشاور
- فیصل خان، کابل ریور
- افتخار الحسن، تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
- محمد ذاکر قریشی، چمڑ ناکہ روڈ، ٹنڈو الہ یار
- شاہد محمود شاہ، مصطفےٰ آباد، لاہور
- فرحان احمد لئیق، ایم اے جناح روڈ، کراچی
- ریحان یعقوب، ملیر توسیعی کالونی، کراچی
- محمد ثناء اللہ شاہ، اتفاق آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- بھائی محمد شفیق، کورٹ بردین خان، قصور
- نعمت اللہ خان، شیخ آباد نمبر ۱، پشاور شہر
- تجمل الیاس، اسلام آباد کالونی، لاہور
- غزالہ ناہید، چونیاں
- وقار احمد تربیلوی، تربیلا ٹاؤن شپ، ہزارہ
- محمد پرویز آرائیں، کوٹ عبدالمالک، لاہور
- محمد نوید مرزا، تیزاب احاطہ، لاہور
- ہمایوں بشیر، چھاچھی محلہ، راولپنڈی
- محمد انیس نایاب، لانڈھی، کراچی
- احتشام احمد، اسلام آباد، گوجرانوالہ
- زمر محبوب، لطیف آباد، حیدرآباد
- اظہار احمد اسرار، ناظم آباد، کراچی
- محمد معظم شاداب صدیقی، میمن کالونی، کراچی
- ملک فرید انجم، کورنگی عوامی کالونی، کراچی
- جاوید جان محمد، اسلام گنج سوسائٹی سینما، کراچی
- عامر نوید، فیصل پارک، سرگودھا
- رضیہ سعید اللہ قائم خانی، حالی روڈ، حیدرآباد
- سید باقر رضا رضوی، جعفر طیار سوسائٹی ملیر، کراچی
- فہیم سید ظفر علی، رنچھوڑ لائن، کراچی
- ریاض احمد سولنگی، کوٹری شہر سندھ
- رخسانہ حمید، اونچا پٹیہ، پرانا ڈسکہ
- محمد علی، وارنٹ خان، راولپنڈی
- بشریٰ گل، کورنگی ۲، کراچی
- سترام داس، شہداد کوٹ، لاڑکانہ
- طارق صدیقی، مدینہ منورہ، سعودی عربیہ
- ظفیرہ چوہدری، مین بازار، گوجرانوالہ
- عمر دراز خان خٹک، فوجی شوگر ملز، ٹنڈو محمد خان
- محمد افضل سراج، گرجاگھر، گوجرانوالہ
- گل شیر علی بنگش، باڑہ گیٹ، پشاور صدر
- ثمرین خان، ملتان روڈ، لاہور
- انیلا تسلیم، نواں شہر، ملتان
- فضل ربی راہی، ہنگورہ (سوات)
- ہمایوں جونیجو،
- شہلا وحید، لیاقت آباد، کراچی
- ارشاد محمد شیخ، لطیف آباد، حیدرآباد

دودھ اور مکھن کا
شیریں احساس

رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی

رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24۔سی۔ایس۔آئی۔ای۔گوجرانوالہ

# غار والوں کی کہانی

قرآنی کہانی

ہزاروں سال پہلے کا ذکر ہے کہ روم میں دقیانوس نامی بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا وہ بہت ہی ظالم اور درندہ صفت آدمی تھا اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ اس کی پوری قوم اللہ کی عبادت سے ناواقف تھی بلکہ سب کے سب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اسی بت پرست قوم میں کچھ سمجھدار لوگ بھی رہتے تھے۔ وہ آپس میں اکثر یہ تذکرہ کرتے تھے کہ یہ مٹی کے بت ہیں جنھیں قوم والے خدا سمجھتے ہیں۔ یہ پتھر کی مورتیاں تو اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی بھی نہیں ہٹا سکتیں بھلا انسان کو کیا فائدہ یا نقصان دیں گی کم عقل لوگ ہیں۔ اتنی سی بات نہیں سمجھتے پھر بادشاہ بھی عجیب آدمی ہے لوگوں کو سختی کے ساتھ ان کی پوجا کرنے پر زبردستی مجبور کرتا ہے۔ بچو! جو لوگ بتوں کی عبادت سے انکار کرتے تھے بادشاہ ان کو آگ میں ڈال دیتا تھا۔ ان کے ناخن کھینچ لیتا تھا۔

اس قوم میں ہر سال عید کا میلہ لگتا تھا جس میں تمام لوگ شرکت کے لئے جاتے تھے یہاں کشتیاں ہوتی تھیں۔ دوڑ کے مقابلے ہوتے اور طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے تھے۔ سارے انعام تقسیم کرنا بعد میں بتوں کی پوجا ہوتی اور مٹھائی تقسیم کی جاتی تھی۔ ان تمام فضول تماشوں سے تنگ آکر چند لوگ ایک درخت کے سائے میں آکر بیٹھ گئے۔ ان میں سے کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا آخر ایک نے دوسرے سے تعارف کرایا اور پوچھا بھائی تم سب یہاں کیوں بیٹھ گئے۔ پہلے نے کہا مجھے بت پرستی سے نفرت ہے۔ دوسرا بولا ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کی عبادت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تیسرے نے کہا پوری قوم جاہل ہو چکی ہے۔ کوئی بھی خدا کو نہیں جانتا بچو! سب نے مل کر عہد کیا کہ وہ ہرگز بتوں کی پوجا نہیں کریں گے بلکہ صرف اس خدا کی

پرستش کریں گے جو سب کا مالک ہے؛

جس نے چاند، تارے، زمین، آسمان، پانی اور انسان سب کو پیدا کیا ہے وہی سب کو کھلاتا ہے، پیدا کرتا ہے اور موت دیتا ہے ان چند ساتھیوں نے مل کر مکان خرید لیا اور وہاں رہنے لگے اور اپنے مکان میں خدا کی عبادت شروع کر دی۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر ان کی قوم میں پھیل گئی کہ چند نوجوان بتوں سے باغی ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ چند چغل خوروں نے یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچا دی۔ بادشاہ نے یہ سنا تو غصّے سے لال پیلا ہو گیا اور کہنے لگا میں اس ملک میں بتوں کے خلاف بولنے کی کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔ اس نے حکم دیا کہ نوجوانوں کو گرفتار کر لیا جائے اور اُس کے سامنے پیش کیا جائے جب یہ نوجوان گرفتار ہو کر محل میں گئے تو کیا دیکھا کہ بہت ہی خوبصورت محل ہے۔ اونچے اونچے کمرے، وسیع دالان، خوبصورت باغیچے، جگہ جگہ قیمتی قالین بچھے ہیں۔ دیواروں پر خوبصورت اور ریشمی پردے لٹک رہے تھے درجنوں نوجوان ہاتھوں میں تلواریں لیے محل کی حفاظت کر رہے تھے لیکن اللہ پر ایمان رکھنے والے یہ نوجوان کسی چیز سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ وہ صرف اللہ کو بڑا اور طاقت والا مانتے تھے اور جو اللہ کو بڑا سمجھتے ہیں وہ کسی دوسرے سے قطعی نہیں ڈرتے اور نہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں۔ یہ نوجوان بھی بے خوف بادشاہ کے سامنے گئے بادشاہ نے ان سے کہا۔ میرے ہمولنو میں نے سُنا ہے کہ تم قوم کے خداؤں کو بُرا بھلا کہتے ہو اور ایک ایسے خدا کو مانتے ہو جسے کبھی آنکھ سے دیکھا بھی نہیں شاید تم جوان ہو اسی لیے اپنے مذہب سے بھٹک گئے ہو، دیکھو تم ان باتوں سے باز آجاؤ میں تمہیں اچھے اچھے عہدے اور انعام دوں گا۔

بچو! بادشاہ نے جب اپنی بات ختم کی تو ایک قیدی نوجوان نے کہا "بادشاہ سلامت ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت ہرگز نہیں کر سکتے، ہمارا خدا بڑی طاقت والا ہے ہم آپ کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر سب سے بڑے اور سچے خدا کی بندگی کریں جو مارتا بھی ہو اور زندہ بھی کرتا ہے سب کو وہی رزق دیتا ہے، پانی برساتا ہے، فصل اُگاتا ہے اور اولاد دیتا ہے۔

بچو! بادشاہ نے جب دیکھا کہ نوجوان خدا کی تعریفیں کیے جا رہے ہیں تو زور سے چلایا کہ بکواس بند کرو اور غصّے سے کانپنے لگا۔ اس نے نوجوانوں کے جسموں سے کپڑے اُتروا

دیئے اور کہا کہ میں تمہارے باپ دادا کی عزت کرتا ہوں ورنہ تمہیں ابھی اور اسی جگہ قتل کر دیتا تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں اگر تم اپنے ارادوں سے باز نہیں آئے تو گردن اڑا دوں گا اور اگر تم نے میری بات کو مان لیا تو دربار میں جگہ دوں گا۔ یہ مسلمان نوجوان بادشاہ کے دربار سے نکل کر سیدھے اپنے عبادت خانے میں آئے یہ وہی مکان تھا جو انہوں نے خریدا تھا۔

سب نے مل کر مشورہ کیا کہ ہم شہر سے دور کسی پہاڑ کے غار میں چل کر رہتے ہیں۔ وہاں اللہ کی عبادت کریں گے اور جب تک اس ظالم بادشاہ کی حکومت ختم نہیں ہو جاتی ہم اسی جگہ رہیں گے۔

رات کو جب سب لوگ سو گئے اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو یہ نوجوان خاموشی کے ساتھ اُٹھے اپنا سامان باندھ کر کندھے پر رکھا اور شہر سے پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ انہوں نے ایک کتا پال رکھا تھا وہ کتا بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ چلتے چلتے دوسرے دن دوپہر کو یہ ایک پہاڑ کے پاس پہنچے وہاں ایک غار تھا ان نوجوانوں نے اپنے ہاتھوں سے اس غار کو صاف کیا اور غار میں بیٹھ کر ستانے لگے۔ طویل فاصلہ پیدل چلنے کی وجہ سے یہ سب بہت تھک چکے تھے کر سیدھی کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ ان کا کتا غار کے منہ پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگا۔ تھکن اور رات بھر پیدل چلنے کی وجہ سے انہیں نیند آنے لگی اور ایک ایک کر کے سب سو گئے۔ کتا یوں ہی پہرہ دیتا رہا۔

بچو آپ کو حیرت ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی نیند سلایا کہ وہ غار کے اندر تین سو سال تک سوتے رہے۔ نہ انہیں بھوک لگی اور نہ بیمار ہوئے۔ تین سو سال کے بعد سب ایک ایک کر کے اُٹھ گئے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے بڑی گہری نیند تھی ہم کتنی دیر تک سوتے رہے۔ دوسرے نے جواب دیا آج ہم سارا دن سوئے آج شاید دوسرا دن نکل آیا ہے۔ ایک ساتھی کہنے لگا دو دن ہو گئے ہمیں سوتے ہوئے اب بہت بھوک لگ رہی ہے۔ انہوں نے کہا ہم میں سے ایک آدمی جا کر بازار سے کھانا لے آئے۔ ان میں سے یملیخا نامی نوجوان کچھ پیسے لے کر کھانے کا سامان لینے شہر کی طرف جانے لگا سب نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ کسی کو ہمارے بارے میں مت بتانا ورنہ ظالم بادشاہ گرفتار کر کے قتل کرا دے گا جب سب نے یملیخا کو اچھی طرح سمجھا دیا تو وہ شہر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ شہر

کا نقشہ ہی بدل گیا ہے اور اونچی اونچی عمارتیں، سڑکیں، گلیاں سب کچھ تبدیل ہو گیا یہاں تک کہ ملک میں چلنے والا سکہ بھی بدل گیا۔ جب یملیخا کھانے کی ایک دکان پر گیا اور ظالم بادشاہ کے زمانے کا سکہ پیش کیا تو دکاندار حیران رہ گیا اور کہنے لگا یہ تو بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکہ ہے تمہیں کہاں سے ملا۔ چند اور لوگ بھی جمع ہو گئے اور کہنے لگے اس نوجوان کو قدیم خزانہ مل گیا ہے جس میں سے یہ سکہ نکال لایا ہے۔ نوجوان حیران و پریشان لوگوں کو سمجھانے لگا کہ میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ میرا اپنا سکہ ہے لیکن لوگوں نے اُسے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نئے بادشاہ کا نام بیدوسس تھا۔ یہ بہت نیک دل اور ایماندار بادشاہ تھا۔ جب اُسے یہ سکہ دکھایا گیا تو اُس نے وزیر سے مشورہ کیا۔ وزیر نے بتایا کہ تین سو سال قبل جب دقیانوس بادشاہ حکمران تھا یہ سکہ جب چلتا تھا بادشاہ نے نوجوان سے نام پوچھا تو نوجوان نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا کہ وہ چند ساتھی اپنا ایمان بچانے کی غرض سے فرار ہو گئے تھے۔

بادشاہ ساری کہانی سن کر حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو تین صدیوں تک سلائے رکھا۔ اس عرصے میں کئی بادشاہ تبدیل ہو گئے تھے یملیخا نے بادشاہ سلامت سے اجازت لی اور اپنے ساتھیوں سے ملنے گیا۔ ساتھیوں سے مل کر اس نے سارا حیرت انگیز واقعہ سنایا اور بتایا کہ بادشاہ بھی مسلمان ہے۔ ابھی وہ اپنے ساتھیوں کو یہ باتیں بتا ہی رہا تھا کہ بادشاہ خود اپنے حفاظتی عملے کے ساتھ غار تک پہنچ گیا۔ سب ساتھیوں نے بادشاہ کا استقبال کیا۔ کچھ دیر بادشاہ ساتھ رہ کر رخصت ہو گیا۔

یہ سب ساتھی غار کے اندر چلے گئے اور اللہ کے حکم سے سب کے سب انتقال کر گئے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تین سو سال تک بغیر کھائے پیئے انہیں سُلا کر دوبارہ اٹھا سکتا ہے تو وہ مرنے کے بعد بھی اپنے بندوں کو قیامت کے دن زندہ کر دے گا اور اب تک جتنے بھی جاندار مرے ہیں سب کو اٹھا کر اللہ اپنے سامنے پیش کرے گا اور نیکی اور بدی کا فیصلہ کرے گا۔

# ایک ہو جاؤ سب
# نیک ہو جاؤ سب

اقبال حیدر

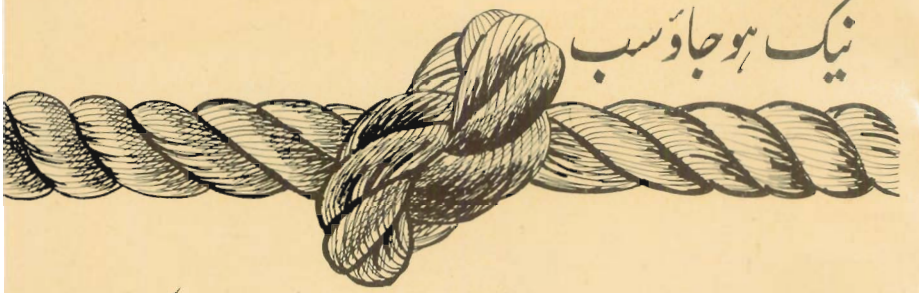

جادۂ صدق کا جذبۂ صدق کا
ایک ہی راستہ ایک ہی فیصلہ
ایک ہو جاؤ سب نیک ہو جاؤ سب

بول بالا رہا ہے عجم تا عرب
تم سے سیکھا سبھی نے خلوص و ادب
اب بُرا حال ہے کیا ہے اس کا سبب
پھر جگاؤ وہ سویا ہوا ولولہ
ایک ہی راستہ ایک ہی فیصلہ
ایک ہو جاؤ سب نیک ہو جاؤ سب

بھول بیٹھے ہو اپنے جواں بخت کو
کھو دیا ہمت و عزم کے رخت کو
اور مشکل بنایا رہ سخت کو
کہہ رہا ہے یہ لمحات کا سلسلہ
ایک ہی راستہ ایک ہی فیصلہ
ایک ہو جاؤ سب نیک ہو جاؤ سب

رُتبۂ آدمیت کو بھولے ہو کیوں..!
بے سبب موت و دہشت سے سہمے ہو کیوں
تن بہ تقدیر چُپ چاپ بیٹھے ہو کیوں
اپنی عظمت کا تم کو نہیں کیا پتہ
ایک ہی راستہ ایک ہی فیصلہ
ایک ہو جاؤ سب نیک ہو جاؤ سب

جب کڑا وقت آئے نہ پیچھے ہٹو
ناگہاں ہے مگر موت سے مت ڈرو
جو سمجھتے ہو سچ وہ ہمیشہ کہو
بھول کر بھی نہ ہارو کبھی حوصلہ
ایک ہی راستہ ایک ہی فیصلہ
ایک ہو جاؤ سب نیک ہو جاؤ سب

سب سے اچھی چیونگ گم جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

انگریزی ادب سے ترجمہ

# توبہ میری توبہ

رفعت ہمایوں

بہت دنوں کی بات ہے، بڑے دریا کے پار، ہرے جنگل سے بھی آگے ۔ دُور بہت دُور ایک بچی اپنے امّی ابّو کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ بہت پیارے سے گھر میں جس کے چاروں طرف پھول ہی پھول تھے۔

مجھے حیرت ہوگی اگر تم اینا کو جانتے ہوگے .... مگر نہیں شاید تم اُسے نہیں جانتے میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں.....

وہ ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ شاید سات سال کی یا شاید آٹھ سال کی۔ بہت خوبصورت۔ ذہین مگر اُف میرے خدا! وہ دوسرے بچوں کے کھیلوں میں کس بُری طرح دخل دیا کرتی تھی۔..... خواہ مخواہ ان کے کاموں میں ٹانگ اڑایا کرتی تھی..... اُس کی منّی سی ناک بہت تیز تھی۔ اُسے سب کچھ پتہ چل جاتا تھا اور پھر وہ دخل دے کر اُن کا اچھا خاصہ کھیل بگاڑ دیتی تھی۔ اگر وہ دو تین بچوں کو ایک ساتھ کوئی اچھا سا کھیل کھیلتے دیکھتی تو ان کے کام میں اپنی ناک ضرور گھساتی۔

سُوں.... سُوں.... سُوں .... اُف میرے خدایا! تم ... تم ... بہت بے ڈھنگے ہو تمہیں تو ٹھیک سے کھیلنا بھی نہیں آتا۔ دیکھو یہ کھیل یوں کھیلتے ہیں۔

یوں .... اے ہاں .... شاباش....

اور تب وہ بچوں کو ایک بالکل ہی مختلف انداز میں کھیلنا سکھاتی جو کہ انہوں نے نہ کبھی دیکھا ہوتا نہ سنا ہوتا۔ بچے منہ بنائے کھڑے رہتے۔

وہ کہتی "میں تو صرف تم لوگوں کو صحیح طریقے سے کھیلنا سکھا رہی ہوں۔ میرا کیا جاتا ہے ٹھیک ہے مت کھیلو مگر دیکھو جو طریقہ میں نے بتایا ہے۔ وہ بالکل صحیح طریقہ ہے".....

اگر وہ کسی چھوٹی سی بچی کو گڑیا کے کپڑے سیتے دیکھتی تو فوراً بھاگی بھاگی جاتی اور کہتی....

ارے! تم کیا سی رہی ہو؟ اچھا تم اپنی گڑیا کی فراک سی رہی ہو۔

لاؤ دکھاؤ مجھے۔ پھر وہ حیرت سے چیخ کر کہتی ... ارے! یہ کیا کر دیا تم نے ... تم تو بالکل غلط سلط سی رہی ہو۔ لگتا ہے تمہاری امّی نے تمہیں سینا نہیں سکھایا۔ لاؤ مجھے دو میں بتاتی ہوں۔۔ اور اینا اُس کے ہاتھ سے سلائی لے کر بالکل ہی عجیب انداز میں انتہائی انہماک سے سینا شروع کر دیتی....

تو بچو! یہ سب باتیں تھیں جس سے بچے بڑے پریشان تھے۔ اور اُس کے پیچھے اُس کو بُرا بھلا کہتے اور جیسے ہی اُن کی نظر اینا پر پڑتی۔ وہ سب بھاگ لیتے۔

ایک دن اینا بہت اُداس تھی۔ آج وہ اکیلے ہی گھر آ رہی تھی۔ کیونکہ صبح سے وہ تقریباً ہر بچے سے لڑ چکی تھی۔ اور تقریباً ہر ایک کا کھیل بگاڑ چکی تھی۔ اس لئے وہ اکیلی تھی۔ راستے میں ایک باغ پڑتا تھا۔ اینا باغ کی دیوار پر ہاتھ سے لکیریں بناتی چلی جا رہی تھی۔ اس کھیل میں اُسے خاصہ مزا بھی

آرہا تھا کہ اچانک اُس کے کانوں میں بچوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ باغ کا گیٹ سامنے آگیا تھا۔ اینا فوراً اُس پر چڑھ گئی۔ اور جب اُس نے اندر جھانکا تو اُس کے سامنے عجیب و غریب منظر تھا۔

باغ میں چار منّے منّے بونے مینڈک مینڈک کھیل رہے تھے۔ وہ مینڈک کی طرح پھُدک رہے تھے۔ اور خوب زور زور سے ہنس رہے تھے۔ انہیں واقعی بہت مزہ آرہا تھا۔ وہ خوشی سے چیخ رہے تھے۔ اُن کی آواز بالکل چڑیوں جیسی تھی۔ بہت مہین مگر بہت ہی پیاری

اینا تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتی رہی پھر اُس سے رہا نہ گیا۔

پتہ ہے ؟ تم لوگ جس طریقے سے کھیل رہے ہو وہ بالکل غلط طریقہ ہے۔ تم الٹی طرف کیوں اُلٹ رہے ہو۔ سنو تمہیں پیٹھ کے بل آگے کو جُھک کر اچھلنا چاہیئے۔

یہ کیا طریقہ ہے ؟ .....

یہ کہتے ہوئے وہ گیٹ سے اندر کود گئی اور بونے بے چارے حیران منہ پھاڑے اُسے دیکھتے رہے۔ اُس نے اُن میں سے ایک کو پکڑا اور اُسے زبردستی نیچے کی طرف جھکا دیا۔ وہ جلدی سے غصّے کے مارے سیدھا کھڑا ہوگیا اور زور سے چیخا۔ یہ کیا بدتمیزی ہے تم نے مجھے زبردستی کیوں جھکایا۔ چلی جاؤ یہاں سے تم بدتمیز جھوٹی لڑکی تم ... تم بہت گندی ہو۔ دوسروں کے کام میں بلاوجہ دخل دیتی ہو۔

اینا ڈر گئی اور ہکلا کر بولی ...

لیکن .. لیکن .. میں تو .. میں تو صرف تمہیں مینڈک مینڈک کھیلنے کا صحیح طریقہ سکھا رہی تھی۔ مینڈک ہمیشہ چار ٹانگوں سے اچھلتا ہے اور سامنے کے ہاتھوں کو زمین سے لگا کے رکھتا ہے۔ جُھک جاؤ ... دیکھو ایسے ...

اور اینا نے پھر اُسے زبردستی موڑ دیا۔

مگر اُس نے اینا کو زور سے دھکا دیا اور غصّے سے چلایا ہم اپنے بونوں کے انداز میں مینڈک مینڈک کھیلنا چاہتے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں۔

"بھائی یہ کون بدتمیز لڑکی ہے" ایک بونے نے پوچھا۔

دوسرے نے غور سے اینا کو دیکھا اور بولا ...

" میں نے اس کے بارے میں بہت سنا ہے۔ یہ ہر ایک کے کام میں دخل دینے والی لڑکی ہے۔ "ناک گھسانے والی اینا" بچوں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

"ناک گھسانے والی اینا؟ او ہاں یہی ہے وہ" پہلے بونے نے کہا۔

لیکن! اب اگر اس نے کسی کے کھیل کو بگاڑا اور کسی کے کام میں اپنی ناک گھسائی تو ہر دفعہ اس کی ناک ایک انچ لمبی ہو جائے گی۔ جاؤ اب جا کر دوسروں کے کام میں دخل دو تم خود ہی دیکھ لوگی اس کا انجام۔

یہ کہہ کر وہ بونا ہوا میں اچھلا دو تین قلا بازیاں کھائیں اور دوسرے بونے کے ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ بالکل سرکس کے مداری لگ رہے تھے۔ دوسرے بونے نے تیسرے کو پکڑا، تیسرے نے چوتھے کو پکڑا اور وہ سب ہوا میں اڑ گئے۔ حیران پریشان اینا کو چھوڑ کر۔ اُس نے سر کو جھٹکا اور دل ہی دل میں اُن کی ناقدری پر افسوس کرتی ہوئی انہیں بُرا بھلا کہتی ہوئی گھر کی طرف چل پڑی۔ گھر کے پاس اُس نے حمید کو دیکھا۔ حمید اُن کے پڑوسی کا بچہ تھا۔ وہ بہت احتیاط احتیاط سے اپنے خرگوش کا ڈربہ صاف کر رہا تھا۔ اینا سب کچھ بھول بھال کر اُس کی طرف لپکی۔

ارے؟ یہ تم کس طرح صفائی کر رہے ہو۔ سنو پہلے تم تازہ اور صاف گھاس تیار رکھو۔ پھر گندی گھاس نکالو۔ حمید اپنا کام چھوڑ کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔ ارے؟ وہ حیرت سے چیخا یہ تمہاری ناک کو کیا ہوا یہ تو ایک انچ بڑھ گئی۔

اینا ڈر گئی۔ اُس نے ہاتھ سے ناک کو چھو کر دیکھا واقعی اُس کی منّی سی ناک ایک انچ بڑھ گئی وہ رونے لگی مگر تھوڑی دیر میں وہ اپنی ناک کو بھول گئی۔ اُس نے ایک بچے کو کھلونے بناتے دیکھا تو وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔

"یہ تم کیا بنا رہے ہو"

بچہ: میں ایک انجن بنا رہا ہوں۔

اینا: ارے انجن اس طرح بناتے ہیں بالکل غلط طریقہ ہے یہ لاؤ میں تمہیں بتاتی ہوں۔

پھر اُس نے انجن میں تیل اس بری طرح گھسایا کہ وہ ٹوٹ گیا۔

بچہ: رونے لگا... تم... تم... خراب لڑکی تم نے یہ کیا کیا... پھر وہ اچانک حیرت سے چیخا۔

ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا۔ تمہاری ناک اتنی لمبی کیوں ہو گئی۔

اینا نے گھبرا کر اپنی ناک ٹٹولی وہ دو انچ لمبی ہو گئی تھی۔

وہ روتی ہوئی گھر گئی ماں کی امّی اُس کو ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ وہ خوب ہنسا۔

ڈاکٹر:۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسی ناک نہیں دیکھی۔ یہ کیسے ہوا۔

تو اینا نے رو رو کر بونوں سے ملاقات کا قصہ سنایا۔

ڈاکٹر سنجیدہ ہوگیا اور بولا۔

ڈاکٹر:۔ ہوں .. تو شاید یہ تمہاری سزا ہے مگر سنو ہو سکتا ہے کہ اگر تم دوسرے بچوں کے کھیل کود میں دخل دینا بند کر دو تو شاید یہ اپنی اصل حالت میں واپس آجائے۔

ڈاکٹر کی بات سن کر اینا کی امّی نے سختی سے کہا۔

امّی:۔ سنو اینا آج سے تم دوسروں کے کام میں دخل دینے سے توبہ کرو۔ شاید اللہ میاں کو رحم آجائے۔

اینا نے وعدہ کیا اور دوسرے بچوں سے کہا کہ اگر میں تمہارے کھیل میں دخل دوں تو مجھے روک دینا۔ مہربانی ہوگی۔

بچے تو تمہیں پتہ ہی ہے کہ بہت نیک دل ہوتے ہیں وہ فوراً مان گئے۔

دوسرے دن سے جب بھی اینا کسی کام میں دخل دیتی بچے چیختے یاد کرو اینا۔ یاد کرو تم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ دخل مت دو ناک بڑھ جائے گی۔

اور اینا فوراً اُن کی بات مان جاتی۔ آہستہ آہستہ اُس کی ناک بالکل ٹھیک ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن اینا نے کسی کے کام میں کبھی دخل نہیں دیا۔

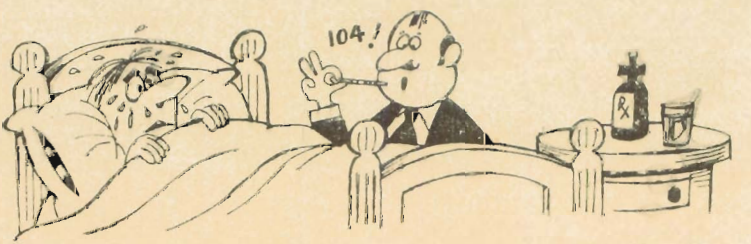

# آپ کی کامیابی
# ہماری سربلندی ہے

مسلم کمرشل بینک میں ہم کامیاب کرم فرماؤں کو اپنا سب سے بڑا اثاثہ سمجھتے ہیں۔ آپ کی کامیابی کے سفر میں ہماری سہولتیں، خدمات اور مشورے شریکِ سفر ہیں۔

آپ چاہے کاروبار سے وابستہ ہوں یا زراعت سے، یا ہمارے معزز سیونگ اکاؤنٹ ہولڈر ہوں، آپ کی کامیابی ہماری خدمت کا پیمانہ ہے اور ہم اس پر نازاں ہیں۔

مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ

MCB

نفیس فریدی

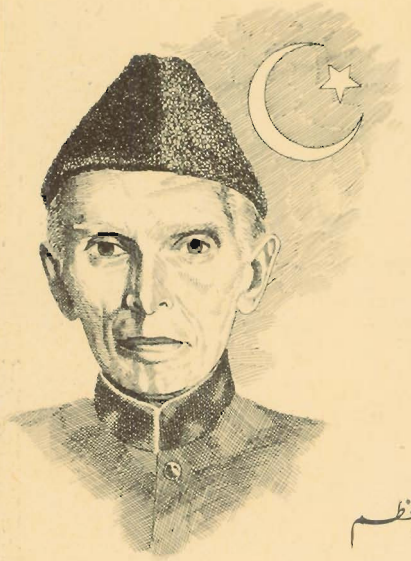

# اے قائداعظم

اے قائداعظم
اے قائداعظم

تو ہی تو ہے اس ملک خداداد کا بانی

یہ پاک وطن ہے تیری عظمت کی نشانی
ہے فخر کہیں تیری امانت کے امیں ہم

اے قائداعظم

ہے شاعر مشرق کے حسیں خواب کی تعبیر

یہ پاک وطن آج ہے فردوس کی تصویر
اڑتا ہی رہے گا تیری آزادی کا پرچم

اے قائداعظم

ہیں قوم کے راہبر تیرے افکار کے دھارے

بڑھتا ہے سفینہ تیری یادوں کے سہارے
ہے خوف تھپیڑوں کا نہ موجوں کا کوئی غم

اے قائداعظم

وطن کے ننھے سفیروں کے نام

# ایک پیغام

پڑھنے لکھنے سے ہو کام
ٹھیک نہیں ہے اب آرام
محنت ہو بس صبح و شام
چمکاؤ دنیا میں نام


عطیہ
اشتہار

راوی گلاس

۱- دیال سنگھ مینشنز دی مال - لاہور

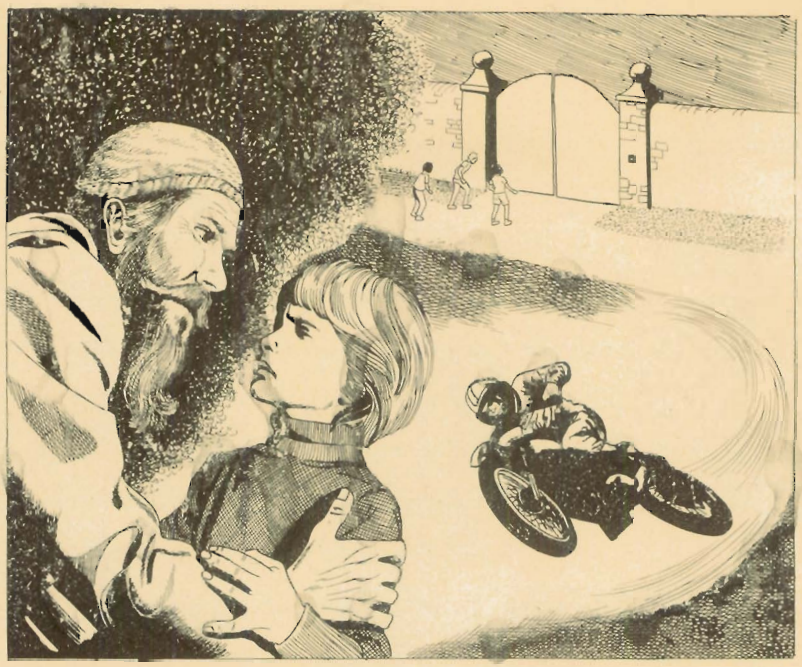

# ٹیپو کی ندامت

ملکہ فروز ردھیلہ

ٹیپو نے جیسے ہی ایڑی کی پوری طاقت سے اوپر اٹھتے ہوئے کال بیل پر انگلی رکھی بیل کی ٹرن ٹرن ۔ ۔ ٹرن ۔ ۔ ٹرن کی گونج لمبے چوڑے لان کی وسعت کو پھلانگتے ہوئے بخشو بابا کے کانوں تک پہنچی تو وہ گرتے پڑتے لکڑی ٹیکتے جہازی سائز گیٹ کی طرف بڑھے۔

لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ ٹیپو، فیصل، عدنان کب کے اپنے گھر کی طرف دوڑ لگا چکے تھے۔ ٹیپو، فیصل، عدنان ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ ہم جماعت دوست بھی تھے تینوں دوستوں کا گروپ پورے اسکول میں مشہور تھا۔ نہ صرف شرارت بلکہ ذہانت میں بھی، ان کی کلاس ٹیچر ان معنوں میں ان سے بہت خوش رہتی کہ وہ ہوم ورک وقت پہ کر کے لاتے کلاس

میں بھی تینوں پڑھنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سرتوڑ کوششیں کرتے مگر شرارت کے معاملے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

نت نئی الٹی سیدھی حرکتوں سے کبھی وہ اپنے دوسرے ہم جماعتوں کبھی اسکول کے مالی چپراسی یا کینٹین کے بابا وغیرہ کو تنگ کرتے رہتے۔

یہ بھی ان کے لئے بہت ہی مزے کی بات تھی کہ ان کا اسکول گھر سے چند میل کے فاصلے پر ہی تھا یہ ہی وجہ تھی کہ وہ تینوں دوست روزانہ صبح ساتھ گھر سے نکلتے اور باتیں کرتے گپیں مارتے ہنستے ہنساتے اسکول تک کا فاصلہ طے کرتے یہ ہی صورتحال واپسی پر بھی ہوتی۔ پیلا بنگلہ ان کے راستے میں ہی پڑتا تھا جانے وہ کونسا شیطانی لمحہ تھا جب ٹیپو کے ذہن نے سوچا اور اس نے پیلے بنگلے کی کال بیل پر یونہی شرارتاً انگلی رکھ دی اور پھر یہ تو روز کا معمول ہی ہوگیا ان تینوں نے باری باری اپنی ڈیوٹی لگالی کبھی ٹیپو صبح کے وقت اور کبھی فیصل، عدنان دوپہر میں بنگلے کے بوڑھے چوکیدار کو تنگ کرنے کی خاطر کال بیل بجادیتے۔

ٹیپو، فیصل، عدنان کے امتحان نزدیک تھے جس کی وہ دن رات محنت کر کے تیاری کررہے تھے اب کے انہوں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ تینوں پوزیشن وہ تینوں دوست لیں گے۔ گھر والوں کی جانب سے بھی خاصی تنبیہ تھی کہ سب کھیل شرارتیں چند ہفتوں کے لئے طاق میں رکھ دو لیکن ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ تینوں پیلے بنگلے کے قریب سے گزریں اور ان کی ٹرک شرارت نہ سوجھے۔ ٹیپو کے پپا نے وعدہ کیا تھا کہ رزلٹ کے بعد وہ ٹیپو کو اسپورٹس بائی سائیکل خرید کے دیں گے اس بات کا سب کو یقین تھا کہ رزلٹ حسب منشا رہے گا سو یہ ہی ہوا کلاس میں ٹیپو نے فرسٹ اور عدنان فیصل نے بالترتیب سیکنڈ، تھرڈ پوزیشن حاصل کی۔

ٹیپو کے پپا نے حسب وعدہ ٹیپو کو اسپورٹس بائی سائیکل دلائی تو عدنان اور فیصل کیسے پیچھے رہتے انہوں نے بھی اپنے پاپا سے ضد کر کے سائیکل لے لی۔

اب وہ تینوں تھے اور سڑکوں پر فراٹے بھرتی ان کی سائیکلیں امتحان کے بعد اسکول میں چھٹیاں پڑ گئی تھیں ٹیپو کا اب زیادہ تر وقت گھر میں گزرتا، لہٰذا جب گھر میں مہمان آتے تو بازار سے سامان لانے کے لئے امی اور پپا نے ٹیپو کو سائیکل دے کر بھیجا۔ پیلے بنگلے کی سڑک سے گزرتے ہوئے چند لمحے کے لئے ٹیپو کی نظریں سامنے سے ہٹیں تو وہ سامنے سے موڑ کاٹ کر آتی ہوئی موٹر سائیکل کو نہیں دیکھ سکا اور دوسرے ہی لمحے ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ٹیپو کی بائی سائیکل

اسکوٹر سے ٹکرا گئی۔

ٹیپو کو پھر ہوش نہ رہا نجانے وہ کتنی دیر بیہوش رہا تھا اسے تو خود علم نہ تھا اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک انجانے بستر پر دراز پایا جس کے سرہانے ایک بوڑھا شخص بیٹھا اس کے زخموں کی ڈریسنگ کر رہا تھا۔

ٹیپو کو یہ پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگی کہ یہ اُسی پیلے بنگلے کا چوکیدار ہے جس کی کال بیل پر انگلی رکھ کر وہ اکثر انہیں تنگ کیا کرتے تھے۔

"اب کیسے ہو بیٹا؟ بخشو بابا نے ٹیپو کو ہوش میں دیکھ کر شفقت سے بولے۔"

"جی ۔ ۔ میں ۔ ۔ ٹھیک ہوں" ٹیپو نے دائیں پیر پر لگی چوٹ کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے جواب دیا۔

"شکر کرو بیٹا تمہاری جان بچ گئی" وہ اللہ کا کرم ہوا کہ میں آج کل گیٹ کے قریب ہی پلنگ ڈال کر پڑا رہتا ہوں ورنہ وہ اسکوٹر سوار تو تمہیں بے ہوش دیکھ کر فرار ہو گیا تھا۔"

"آپ ۔ ۔ آپ گیٹ کے قریب پلنگ ڈال کر کیوں پڑے رہتے ہیں" ٹیپو نے سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بتاؤں بیٹا میں اس بنگلے میں دن میں اکیلا ہوتا ہوں۔ صاحب اور بیگم صاحبہ آفس چلے جاتے ہیں میں اندر کا کام نبٹاتا رہتا ہوں۔ لیکن کچھ ہفتوں سے پتہ نہیں کیوں دن میں کئی مرتبہ گیٹ کی گھنٹی بجتی ہے جا کر دیکھتا ہوں تو کوئی نہیں ہوتا۔ بوڑھا آدمی ہوں میں کئی کئی مرتبہ اتنا لمبا چوڑا لان عبور کرتے ہوئے ہانپ جاتا ہوں۔

سو یہ ہی سوچا کہ اپنی کھٹیا دن میں اس گیٹ کے قریب ہی ڈال لوں تاکہ پتہ تو چلے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اپنی شرارت کا نشانہ بناتے ہیں اور بوڑھے کو بھی نہیں بخشتے۔!

بخشو بابا کی باتیں سن کر ٹیپو کا سر ندامت سے جھک گیا۔

"آئی ایم سو سوری بابا" "مجھے معاف کر دیں یہ شرارت میری ہی تھی۔"

ٹیپو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"بری بات بیٹے روتے نہیں" شاید اس میں بھی اللہ کی مصلحت تھی اگر میں اپنا پلنگ گیٹ کے قریب نہ ڈالتا تو شاید زیادہ خون بہہ جانے کی سبب خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا"

"شکریہ بابا لیکن اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں کسی کو تنگ نہیں کروں گا" ٹیپو نے ایک عزم سے کہا اور دل میں عہد کیا کہ وہ فیصل اور عدنان کو بھی ضرور سمجھائے گا۔

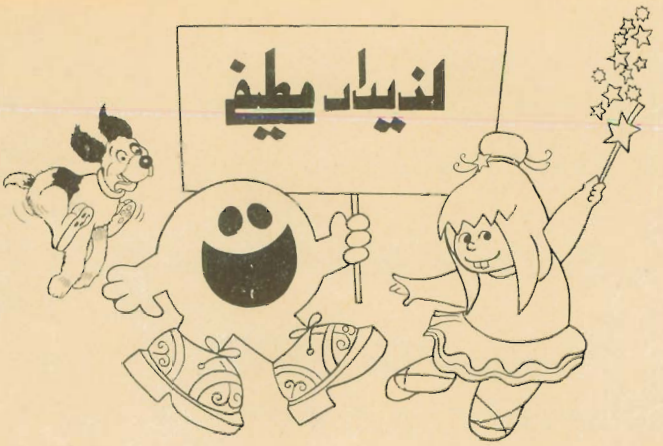


ڈاکٹر کی کلینک میں کافی رش تھا۔ دو گھنٹے بعد بھی ایک بوڑھے شخص کا نمبر نہیں آیا تو اس نے بڑبڑاتے ہوئے گھر کی راہ لی۔

"گھر جاکر قدرتی موت مرنا ہی بہتر ہے۔"

---

نئے زمانے اور نئے حالات سے نالاں ایک شخص تربیلا ڈیم دیکھنے گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے۔ ڈیم کو دیکھ کر وہ شخص اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"کیا زمانہ آگیا ہے۔ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ ایک پانی خالص تھا۔ مگر اس میں سے بھی بجلی نکال لی ہے۔"

محمد رفیع انصاری ——— لانڈھی، کراچی

ایک شرابی رات کو گھر آیا اور کپڑے بدل کر سوگیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد اس نے شور مچا دیا کہ مجھے فالج ہوگیا ہے۔

ڈاکٹر آیا تو پتہ چلا کہ اس کی دونوں ٹانگیں ایک ہی پائنچے میں گھسی ہوئی ہیں۔

محمد اقبال اعوان ——— کنری پاک سندھ

ابّو: میں تمہارے ریزلٹ سے خوش نہیں ہوں۔

بیٹا: میں نے بھی سر سے یہی کہا تھا کہ آپ خوش نہیں ہوں گے لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہی ریزلٹ دیا۔

طیب رضا ——— پی اے ایف ڈرگ روڈ کراچی

یہ واقعہ پولیس انسپکٹر کے لئے ہونے والے ایک انٹرویو میں پیش آیا۔

ایس پی: کیا تم کبھی گرفتار ہوئے؟

درخواست دہندہ: نہیں۔

ایس پی: کیوں؟

درخواست دہندہ: کبھی پکڑا ہی نہیں گیا۔

طارق رضا ——— پی اے ایف ڈرگ روڈ، کراچی

ایک دوا فروش ہجوم میں اپنی دوا کی بڑی

تعریف کر رہا تھا۔ اس نے کہا "حضرات یہ دوا بیس سال سے فروخت کر رہا ہوں لیکن یقین کریں کہ آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ دوا میں کوئی نقص ہے۔"

ہجوم میں سے ایک آواز آئی "جی ہاں! مُردے شکایت نہیں کرتے۔"

خواجزادہ محمد بابر شفیق ——— بھوالہ

استاد: دودھ کو پھٹنے سے محفوظ رکھنے کا کیا طریقہ ہے۔

شاگرد: اسے بھینس میں ہی چھوڑ دیا جائے۔

مہوش ——— ماڈل کالونی کراچی ۲

دو بھائی پاکستان سے اپنے گاؤں چھوڑ کر لندن چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر خوب کمایا۔ ان کی والدہ پاکستان میں ہی تھیں۔ ماں کی سالگرہ کے موقع پر بڑے بھائی نے تحفے میں کار بھجوائی اور چھوٹے نے دس زبانیں بولنے والی مینا ایک لاکھ روپے میں خرید کر بھیجی۔

سالگرہ والی رات بیٹے نے فون پر پوچھا۔ اماں جی! مینا کیسی تھی؟

ماں نے جواب دیا: "بڑی لذیذ تھی۔"

دانیہ تنویر انجم ——— کھیوڑہ

ایک بچہ اپنے اسکول کی لائبریری میں گیا اور لائبریرین سے بولا۔ "جناب مجھے بچوں کی نگہداشت پر کوئی کتاب دیں۔"

لائبریرین نے ایک کتاب نکال کر بچے کو دی اور پوچھا: "بیٹا! کیا تمہاری امی ابو نے یہ کتاب منگائی ہے؟"

"نہیں جناب!" بچے نے جواب دیا۔ "میں خود دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے امی اور ابو میری نگہداشت صحیح طریقے سے کر رہے ہیں یا نہیں!"

---

حامد: کیا آپ ایسے احمق شخص کو جانتے ہیں جو ہر بات کا جواب نہیں میں دیتا ہے۔

راشد: نہیں

حامد: تو یقیناً وہ آپ ہی ہیں۔

شاہین رضا ——— عزیز آباد ۸ کراچی

پہلا: کیا یہ سچ ہے کہ موسیقی سے پانی کھول اٹھتا ہے؟

دوسرا: "سچ ہی ہوگا کبھی خون کھولتا ہوا تو ہم نے بھی محسوس کیا ہے؟

موعینہ ——— النور، کراچی

مسافر (قلی سے) مجھے ایسے ڈبے میں بٹھانا جہاں بات کرنے والا کوئی نہ ہو۔

قلی: آپ فکر نہ کریں میں آپ کو جانوروں کے ڈبے میں بٹھا دوں گا۔

ندرت ——— لیاقت آباد کراچی ۱۹

میڈم: اگر کسی میدان میں ۸ بکرے ہوں اور اس میں سے ۴ کسی جھاڑی میں کود جائیں تو باقی کتنے بچیں گے۔

لڑکا: ایک بھی نہیں میڈم

میڈم : بالکل غلط۔ باقی بچیں گے۔ بتاؤ کتنے ؟

لڑکا: ایک بھی نہیں بچیں گے میڈم۔ آپ صرف حساب جانتی ہیں، بچوں کی نفسیات نہیں جانتیں۔

قرۃ العین صائمہ ——— کاظم آباد سوسائٹی کراچی ۲۰

شازیہ : ابّو ! کیا روشنائی مہنگی ہوگئی ہے؟

ابّو : نہیں تو! لیکن آخر کیوں معلوم کر رہی ہو۔

شازیہ : میں نے ذرا سی سیاہی قالین پر گرادی تھی کہ امی بہت ناراض ہوئیں۔

صدف ——— نارتھ ناظم آباد کراچی

مریض (ڈاکٹر سے) کیا آپ کو اپنے اوپر بھروسہ ہے کہ آپ کامیابی سے آپریشن کر سکیں گے۔

ڈاکٹر: یہی تو آپ کے آپریشن کے بعد مجھے معلوم کرنا ہے۔

---

ایک سیاستدان نے ایک دانشور سے کہا کہ "میں نے اپنی شخصیت خود تعمیر کی ہے"

"جی ہاں! بہت اچھا کیا آپ نے اللہ کا قیمتی وقت ضائع نہیں کیا"۔

شاھدہ سعید ——— کنری پاک

استاد۔ جہاز کیوں تیرتا ہے اور سوئی کیوں ڈوب جاتی ہے ؟

شاگرد۔ جہاز تیرنا جانتا ہے اور سوئی تیرنا نہیں جانتی۔

فارینہ محسر ——— کاظم آباد سوسائٹی کراچی ۲۰

آدمی ! اب تم نے اگر میرے کتے کی ٹانگ پکڑی تو میں تمہاری ٹانگ توڑ دوں گا۔ اور اگر تم نے گردن پکڑی تو تمہاری گردن مروڑ دوں گا۔

لڑکا: تو میں آپ کے کتے کی دم پکڑوں گا۔

محمد شاھد فیروز ——— گوجرانوالہ

ایک مسافر شہر میں نیا نیا آیا۔ اپنی تنہائی سے گھبرا کر ایک ریسٹوران میں جا بیٹھا۔ بیرے نے آکر پوچھا آپ کو کیا چاہیئے۔

"ایک پلیٹ تلی ہوئی مچھلی اور ہمدردی کے دو بول بس" مسافر نے جواب دیا۔ بیرا خاموشی سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مطلوبہ ڈش لاکر میز پر رکھ دیا اور مسافر کے کان میں کہنے لگا۔

"مچھلی نہ کھانا باسی ہے۔

عنصر محمود بھٹی ——— کریم پورہ، اللہ موسیٰ

ایک شخص (دوسرے سے) میرے پچاس روپے واپس کر دو — ورنہ میں قیامت کے دن تمہارے سینے پر سوار ہو جاؤں گا۔

دوسرا شخص، "مجھے تو بہت لوگ کے پیسے دینے ہیں، — اگر تمہیں جگہ مل جائے تو تم بھی سوار ہو جانا

اطاہرہ علی، رفاع عام، ملیر کراچی

ان سے ملنے کی تمنا ہے، ہمیں مدت سے
ایک شاعر ہیں غزل کو جو گجل کہتے ہیں

حامد علی سید ——— کراچی

اونچی عمارتوں کی لفٹ خراب ہو جائے تو ایسے میں

ضرورت ایجاد کی ماں بلکہ باپ ہے

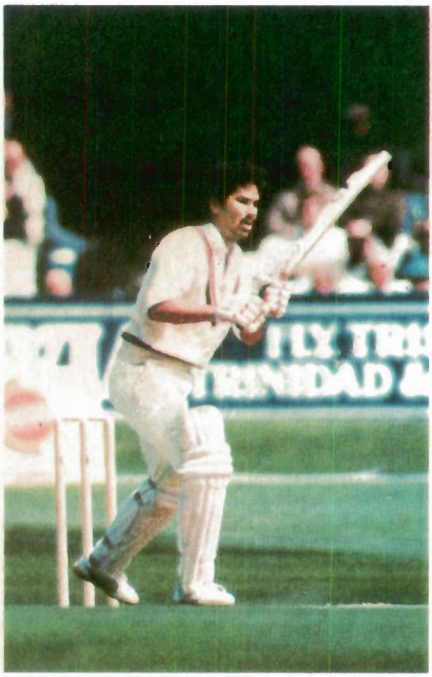

گزشتہ ورلڈ کپ کی چند جھلکیاں

علی نوری

# ورلڈ کپ کرکٹ ۱۹۸۷ء

## پیشگی جائزہ

بے پناہ مصروفیات کے اس دور میں جہاں انسانوں کے لئے خود تفریح کرنے کے ذرائع وسائل یا اختیارات کم ہو گئے وہیں اس کے متبادل کے طور پر انسان نے کھیلوں میں شرکت یعنی دیکھنے اور کھیلنے کو تفریح کا ذریعہ بنا لیا ہے بلکہ اب تو دنیا میں بہت سے کھیل ایسے ہیں جو اس کھیل کو کھیلنے والے کھلاڑیوں کا پیشہ بھی ہیں۔ مثال کے طور پر باکسنگ، ٹینس، فٹبال، بیس بال، باسکٹ بال اور کرکٹ ایسے کھیل ہیں جو ان کے کھیلنے والوں کا کل وقتی پیشہ بھی ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کونسا کھلاڑی یا کون سا ملک اپنے کھیل کے میدان میں عالمی چیمپئن ہے اس کا تعین یقیناً مختلف کھیلوں کے عالمی مقابلے کرتے ہیں جیسے باکسنگ میں اس وقت امریکہ کا مائیکل اسپکس عالمی چیمپئن ہے جب کہ چیکو سلواکیہ کے ایوان لینڈل کو ٹینس کا عالمی نمبر ا کھلاڑی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسطرح ارجنٹائن کی ٹیم اس وقت فٹبال کی عالمی چیمپئن ہے۔ بیس بال اور باسکٹ بال میں امریکہ سب

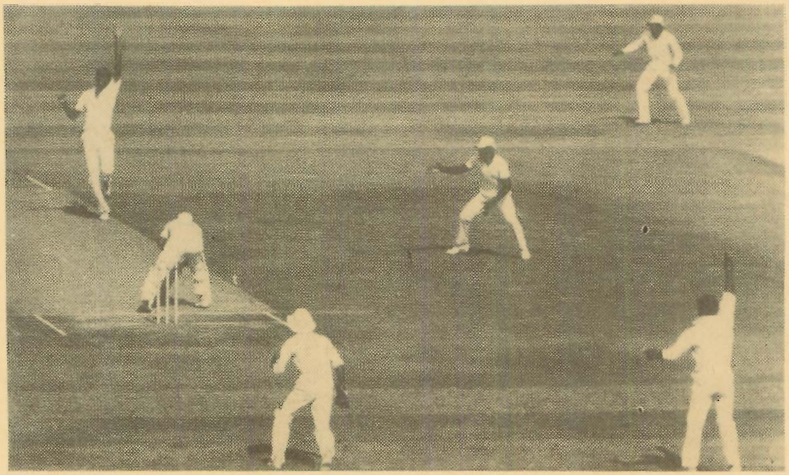

سے آگے ہے تو ہاکی میں یہ اعزاز اب آسٹریلیا نے پاکستان سے چھین لیا ہے۔ اور کرکٹ کا عالمی چمپئن اس وقت بھارت ہے۔

آپ کے اس شمارے کا ہمارا یہ مضمون بھی عالمی کرکٹ کپ کے موضوع پر ہے۔ جو اکتوبر ۱۹۸۷ء میں پاکستان اور بھارت (مشترکہ) کے زیر اہتمام کھیلا جائے گا۔ یعنی چوتھے ورلڈ کرکٹ کپ ٹورنامنٹ کے دس میچ بشمول ایک سیمی فائنل کے پاکستان کے سات شہروں میں اور سترہ میچ بشمول ایک سیمی فائنل اور فائنل بھارت کے تیرہ شہروں میں کھیلے جائیں گے۔

اس چوتھے ورلڈ کپ سے قبل تین ورلڈ کپ ٹورنامنٹس تمام کے تمام انگلستان میں منعقد ہوئے۔ جس میں سے پہلے دو دنیائے کرکٹ کی صف اوّل کی ٹیم ویسٹ انڈیز نے جیتے، جب کہ تیسرے ورلڈ کپ کے فائنل میں انہیں غیر متوقع طور پر بھارت کے مقابلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور یقیناً ویسٹ انڈین کھلاڑی اپنی اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے بے چین ہوں گے ویسٹ انڈیز نے پہلے دو ورلڈ کپ اپنے مایہ ناز کپتان کلائیو لائیڈ کی قیادت میں جیتے، جب کہ تیسرے ورلڈ کپ میں کلائیو لائیڈ کو شکست ہوئی اور بھارت نے کپیل دیو کی قیادت میں ورلڈ کپ جیتا۔ پاکستان ورلڈ کپ کے مقابلوں میں اب تک سیمی فائنل کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ باوجود یکہ پاکستان ایک روزہ مقابلوں کے لئے بہترین ٹیم تسلیم کی جاتی ہے۔

اب چوتھے ورلڈ کپ میں بھارت کی ٹیم کو یہ ثابت کرنا ہوگا۔ کہ تیسرے ورلڈ کپ میں ان کی کامیابی اتفاقی نہیں تھی۔

آیئے اب ہم گروپ وار ٹیموں کا تجزیہ کرتے ہیں کہ کس ٹیم کے شماریات کے لحاظ سے کیا امکانات ہیں گروپ اے میں جس کے میچ بھارت میں کھیلے جائیں گے، اس میں بھارت، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور زمبابوے شامل ہیں۔ پہلے ہم بھارت کو لیتے ہیں۔ جن کے پاس کپیل دیو جیسے عالمی معیار کے آل راؤنڈر، سنیل گاوسکر جیسے سنچریوں کے عالمی ریکارڈ ہولڈر اوپنر، سری کانت جیسے جارحانہ بیٹنگ کرنے والے اوپنر، محمد اظہر الدین اور دلیپ ونگسرکار جیسے قابل اعتماد مڈل آرڈر بیٹسمین، روی شاستری جو اچھے بیٹسمین بھی ہیں، ان کے علاوہ مانندر سنگھ اور شیوا راما کرشن جیسے عمدہ اسپنرز اور چیتن شرما، راجر بنی، مدن لال اور خود کپیل دیو جیسے فاسٹ بولرز بھی ہیں۔ سب سے بڑی چیز ورلڈ کپ میں بھارت کو ہوم گراؤنڈ کا فائدہ بھی حاصل ہوگا۔ اس طرح بھارت کے کم از کم

## دنیا کے چند مایہ ناز کرکٹرز

سیمی فائنل میں پہنچنے کے تو روشن امکانات ہیں۔دوسرے نمبر پر آپ نیوزی لینڈ کی ٹیم کے سیمی فائنل میں آنے کے بہتر امکانات ہیں کہہ سکتے ہیں۔ ان کے پاس بھی ایک عالمی معیار کے آل راؤنڈر رچرڈ ہیڈلی کی شکل میں موجود ہیں جب کہ ان کی ٹیم میں بروس ایڈگر، جان رائٹ، این چیپل فیلڈ، مارٹن کرو، جیف کرو اور بریسویل جیسے عمدہ کرکٹرز شامل ہیں جن کی ٹیم اسپرٹ کسی بھی شک سے بالاتر ہے۔نیوزی لینڈ کی ٹیم کی یہ خوبی ہے کہ وہ بدترین حالات میں بھی جیتنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ آسٹریلیا کی ٹیم ڈینس للی، چیپل برادران کے بعد اور کم ہیوز کی قیادت میں اچھے کرکٹرز کے جنوبی افریقہ چلے جانے کے باعث نہایت کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اب ایلن بورڈر کی قیادت میں اس ٹیم کا اعتماد بحال ہو رہا ہے۔انہیں ڈین جونز، ڈیوڈ بون، وین فلپس گریگ رچی اور اسٹیو وا، زوہر، میتھوز ، ریڈ لاس، مارون ہیوز اور جیوف مارش جیسے اچھے کھلاڑی مل گئے ہیں اور اس ٹیم نے حال ہی میں بھارت کا کامیاب دورہ بھی کیا ہے۔ اسطرح ایک روزہ غیر یقینی کرکٹ میں وہ غیر یقینی نتائج پیدا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ چوتھی

جو زمبابوے کی ہے اس نے کوالیفائنگ راؤنڈ سے ورلڈ کپ کے لئے کوالیفائی کیا ہے یہ ٹیم کیا کر سکتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے گذشتہ ورلڈ کپ میں آسٹریلیا کو شکست دے کر تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس طرح مجموعی طور پر دیکھا جائے تو بھارت کا گروپ نسبتاً آسان ہے۔

گروپ بی جس کے دس میچ پاکستان میں اور تین میچ بھارت میں کھیلے جائیں گے۔ وہ میزبان ٹیم پاکستان، ویسٹ انڈیز، انگلستان اور سری لنکا کی ٹیموں پر مشتمل ہے۔ پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے پاکستان نے اس دہائی میں کرکٹ کے میدان میں خاصی ترقی کی ہے گذشتہ کھیلے گئے ورلڈ کپ مقابلوں میں پاکستان کو کہ ہار گیا لیکن انہیں ویسٹ انڈیز کے ساتھ ہمیشہ فیورٹ قرار دیا گیا۔ ماضی میں پاکستان کے پاس آصف اقبال، ماجد خان، سرفراز نواز اور مشتاق محمد جیسے عمدہ کھلاڑی رہے ہیں۔ لیکن ان کے بعد بھی اچھے کھلاڑیوں کی پاکستان میں کمی نہیں رہی۔ پاکستان کو ورلڈ کپ میں شہرہ آفاق آل راؤنڈر عمران خان، جن کی تباہ کن باؤلنگ کے آگے دنیا کے عظیم بیٹسمین گاوسکر اور رچرڈز پناہ مانگتے ہیں، کی خدمات حاصل رہیں گی ویسٹ انڈیز کے خلاف حالیہ سیریز میں عمران خان نے ثابت کر دیا ہے کہ اب وہ مکمل طور پر فٹ ہیں۔

باؤلنگ میں عمران خان کو اپنے نوجوان ساتھیوں وسیم اکرم، ذاکر خان، محسن کمال اور سلیم جعفر کی خدمات حاصل رہیں گی۔ جب کہ آل راؤنڈر میں منظور الٰہی۔ اعجاز فقیح اور مدثر نذر نہایت کارآمد ثابت ہوں گے۔ اوپننگ کے شعبہ میں پاکستان کے پاس محسن حسن خان، مدثر نذر، شعیب محمد، رضوان الزمان اور سلیم العیق جیسے کھلاڑی ہیں۔ مڈل آرڈر بیٹنگ میں اسٹار بیٹسمین آسٹریلیشیا کپ کے ہیرو جاوید میانداد، آصف مجتبیٰ، قاسم عمر، رمیز راجہ، سلیم ملک، اعجاز احمد نہایت قابل اعتماد کھلاڑی ہیں۔ یہ کہ ہمارے اسپنرز رائٹ آرم لیگ، اسپنر عبدالقادر اور رائٹ آرم آف اسپنر توصیف احمد ورلڈ کلاس اسپنرز تسلیم کئے جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو پاکستان کے پاس نہایت متوازن کھلاڑی ہیں اور انہیں ہوم گراؤنڈ کا بھی فائدہ حاصل ہے۔ لیکن پاکستان کا گروپ اتنا آسان نہیں ہے اور انہیں میچ جیتنے کے لئے ہی کھیلنا ہوگا۔ اس گروپ میں ویسٹ انڈیز کی ٹیم ایسی واحد ٹیم ہے جو کسی بھی ٹیم کو ان کے ہی ملک میں شکست دینے کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔ بقول ایک مبصر وہ تو بس جیتنے ہی کے لئے کھیلتے ہیں۔ ان کے پاس دنیا کے بہترین اوپنرز گورڈن گرینج

اور ڈسینڈ ہینز کی صورت میں موجود ہیں۔ مڈل آرڈر میں ان کے پاس لیری گومز، رچی رچرڈ
اور ویون رچرڈز جیسے بیٹسمین ہیں۔ میکم مارشل ایک عمدہ آل راؤنڈر میں تبدیل ہو چکے ہ
کلائیڈ بٹس اور راجر ہارپر ایک عرصہ بعد انہیں اچھے اسپنرز ملے ہیں اور جہاں تک فاسٹ
بولرز کا تعلق ہے۔ اس کی ان کے پاس کبھی بھی کمی نہیں رہی۔ پہلے اینڈی رابرٹس، کولن کرا
سلوسٹر کلارک تھے تو اب میکم مارشل، مائیکل ہولڈنگ، جوئیل گارنر، پیٹرک پیٹرسن، انتھ

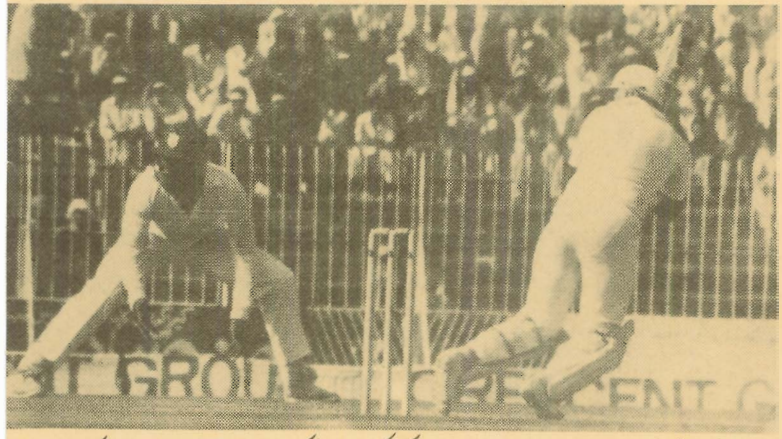

گرے، کورٹنی والش اور بنجامن ہیں۔ جو دنیا کی کسی بھی بیٹنگ لائن کو اکھاڑ دینے کی پوری صلاح
رکھتے ہیں۔ یہ ٹیم بلاشبہ چوتھے ورلڈ کپ کے لئے فیورٹ ٹیم ہے۔ اس گروپ کی تیسری ٹیم انگ
کی ہے۔ جو مائیک برئیرلی کی قیادت میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد آج کل زوال کا
ہے۔ تنازعات اور اچھے کھلاڑیوں کے جنوبی افریقہ میں کھیلنے کی وجہ سے بھی یہ ٹیم کمزور
ہے۔ جب کہ اسٹار آل راؤنڈر این بوتھم کبھی منشیات کے استعمال اور لاابالی طبیعت کے با
اپنی ٹیم کو مکمل طور پر فائدہ نہیں پہنچا سکا ہے۔ لیکن ورلڈ کپ میں انگلستان کی ٹیم نہایت سنجید
سے حصہ لے گی۔ ان کے پاس گراہم گوچ، گلمیڈ اسٹون اسمال، کرس براڈ، ولف سیک، ڈ
گاور، مائیک گیٹنگ، ایلن لیمب، نیل فوسٹر، گراہم ڈلی، ایلن سن، بوتھم، ڈی فرانٹس اور کلائیو
جیسے ہونہار کھلاڑی موجود ہیں۔

اس کے علاوہ تجربہ کار اسپنرز فل ایڈمنڈز اور جان ایمبری ان کے خاصے کام آسکتے ہ
سری لنکا کے پاس کھلاڑی تو بہت اچھے ہیں لیکن ابھی مسلسل اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے

صلاحیت ان میں کم ہے۔ ڈی سلوا، رائے ڈاس، دیپی منی اور دلیپ مینڈس اچھے بیٹسمین روی رتنائکے عمدہ آل راؤنڈر، ڈی میل، رومیش رتنائکے اچھے میڈیم فاسٹ بولرز اور اجیت اور سما چندرا ڈی سلوا اچھے اسپنرز ہیں۔

ان تمام باتوں کے قطع نظر یہ بات تو طے ہے کہ دنیا کی یہ آٹھ بہترین ٹیمیں عالمی اعزاز کے حصول کے لیے اپنے بہترین کھلاڑیوں ہی کو میدان میں اتاریں گی۔

اس لحاظ سے ورلڈ کپ کے مقابلے نہایت دلچسپ اور یادگار ثابت ہوں گے۔ جس کی اسپانسر شپ کے لیے بھارت کی ریلائنس گروپ آف کمپنیز نے ورلڈ کپ کے لیے ۲ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً ۵۵ کروڑ روپے) کا معاہدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی وژن نشریات کے حقوق سے آمدنی الگ ہوگی۔

آرگنائزنگ کمیٹی نے مقابلوں کو دلچسپ بنانے کے لیے مقررہ وقت میں اپنے اوورز مکمل نہ کرنے والی ٹیموں پر سخت جرمانے عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو کوئی بھی ٹیم پورے ٹورنامنٹ میں مقررہ وقت میں اپنے اوورز مکمل نہیں کرے گی اس پر ۷۰ ہزار پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً ساڑھے سترہ لاکھ روپے) جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔ فائنل میں اگر کوئی ٹیم مقررہ ۵۰ میں سے ۴۶ اوورز بھی نہ پھینک سکی تو اس پر ۲۹ ہزار ۲ سو پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً ۹ لاکھ ۸۰ ہزار روپے) اور ایک اوور کم پھینکنے پر ۵ ہزار ۶ سو پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً ایک لاکھ ۴۰ ہزار روپے) جرمانہ عائد کیا جائے گا جب کہ سیمی فائنل میں ۴۶ سے زیادہ اوورز پھینکنے میں ناکامی کی صورت میں ۲۴ ہزار ۲ سو پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً ۶ لاکھ ۵ ہزار روپے) جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

تو بچو! یہ تھا ورلڈ کرکٹ کپ ۱۹۸۷ء کے بارے میں ایک تجزیہ ورلڈ کپ میں حقیقتاً کون سی ٹیم فاتح ہوگی۔ اس کے لیے تو آپ کو اور ہم کو اس کے انعقاد تک انتظار کرنا پڑے گا۔

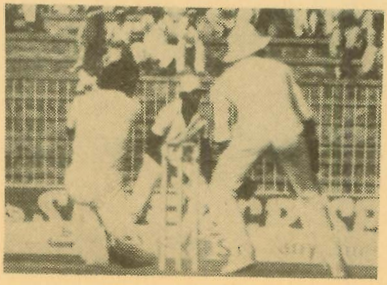

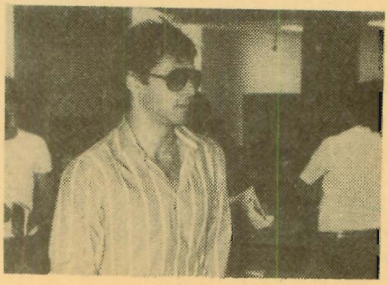

# ورلڈ کرکٹ کپ ٹورنامنٹ ۱۹۸۷ء کے میچوں کا پروگرام

| | تاریخ | ٹیمیں | مقام |
|---|---|---|---|
| گروپ اے | ۹ تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء | بھارت بمقابلہ آسٹریلیا | مدراس بھارت |
| | ۱۰ تا ۱۱ اکتوبر " | نیوزی لینڈ بمقابلہ زمبابوے | حیدرآباد دکن " |
| | ۱۳ تا ۱۴ اکتوبر " | آسٹریلیا بمقابلہ زمبابوے | مدراس " |
| | ۱۴ تا ۱۵ اکتوبر " | بھارت بمقابلہ نیوزی لینڈ | بنگلور " |
| | ۱۷ تا ۱۸ اکتوبر " | بھارت بمقابلہ زمبابوے | بمبئی " |
| | ۱۸ تا ۱۹ " " | آسٹریلیا بمقابلہ نیوزی لینڈ | اندور " |
| | ۲۲ تا ۲۳ اکتوبر " | بھارت بمقابلہ آسٹریلیا | نئی دہلی " |
| | ۲۳ تا ۲۴ اکتوبر " | نیوزی لینڈ بمقابلہ زمبابوے | کلکتہ " |
| | ۲۶ تا ۲۷ اکتوبر " | بھارت بمقابلہ زمبابوے | احمد آباد " |
| | ۲۷ تا ۲۸ اکتوبر " | آسٹریلیا بمقابلہ نیوزی لینڈ | چنڈی گڑھ " |
| | ۳۰ تا ۳۱ اکتوبر " | آسٹریلیا بمقابلہ زمبابوے | کلکتہ " |
| | ۳۱ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۶ء | بھارت بمقابلہ نیوزی لینڈ | ناگپور " |
| گروپ ۔ بی | ۸ تا ۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء | پاکستان بمقابلہ سری لنکا | حیدرآباد سندھ پاکستان |
| | ۹ تا ۱۰ اکتوبر " | ویسٹ انڈیز بمقابلہ انگلستان | گوجرانوالہ " |
| | ۱۲ تا ۱۳ اکتوبر " | پاکستان بمقابلہ انگلستان | راولپنڈی " |
| | ۱۳ تا ۱۴ اکتوبر " | ویسٹ انڈیز بمقابلہ سری لنکا | کراچی " |
| | ۱۶ تا ۱۷ اکتوبر " | پاکستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز | لاہور " |
| | ۱۷ تا ۱۸ اکتوبر " | انگلستان بمقابلہ سری لنکا | پشاور " |
| | ۲۰ تا ۲۱ اکتوبر " | پاکستان بمقابلہ انگلستان | کراچی " |
| | ۲۱ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۶ء | ویسٹ انڈیز بمقابلہ سری لنکا | کانپور بھارت |
| | ۲۵ تا ۲۶ اکتوبر " | پاکستان بمقابلہ سری لنکا | فیصل آباد پاکستان |
| | ۲۶ تا ۲۷ اکتوبر " | انگلستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز | جے پور بھارت |
| | ۳۰ تا ۳۱ اکتوبر " | سری لنکا بمقابلہ انگلستان | پونا " |
| | ۳۰ تا ۳۱ " " | پاکستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز | کراچی پاکستان |
| | ۴ تا ۵ نومبر " | پہلا سیمی فائنل | قذافی اسٹیڈیم لاہور " |
| | ۵ تا ۶ نومبر " | دوسرا سیمی فائنل | بمبئی بھارت |
| | ۸ تا ۱۰ نومبر " | فائنل | ایڈن گارڈن کلکتہ " |

# جہاں قالین وہیں صفائی

# سنو وھائٹ

## ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ھیڈ آفس:
عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

- بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵
- ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۳۹
- جمشید روڈ " ۴۱۱۳۰۲
- امیر خسرو روڈ " ۴۱۳۶۹۵
- کھارادر " ۲۲۵۸۰۳
- راشد منہاس روڈ " ۴۱۱۳۰۲
- گارڈن روڈ " ۷۲۲۴۳۳
- حسن اسکوائر " ۵۲۶۵۳۹
- برنس روڈ " ۲۱۳۳۳۶

# سنو وھائٹ

## ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ھیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۳۹

زونل آفس: صدر بازار، راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

سید ابو احمد عاکف

# دیوارِ چین

اگر آپ سے پوچھا جائے کہ انسانوں اور دوسری حیواناتی مخلوق میں کیا فرق ہے تو آپ بہت سے مختلف جوابات دے سکتے ہیں اور ان میں سے اگر سارے نہیں تو بہت سے جوابات درست ہوں گے مثلاً ہم پکے مکانوں میں رہتے ہیں۔ اپنی خوراک خود اگا کے کھاتے ہیں۔ لکھتے پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر شاید ایک ایسی خصوصیت بھی ہے جس کی طرف آپ میں سے کم کی نگاہ جائے گی اور سوچا جائے تو اس ایک خصوصیت میں تمام دوسرے فرق سما جائیں گے یہ ہے ہماری وہ خصوصیت جس کی وجہ سے ہم اپنے چاروں طرف کے ماحول کو اس طرح قبول نہیں کرتے جیسا کہ اور مخلوق کر لیتی ہے بلکہ اپنی ضروریات کے تحت اپنے ماحول میں بہت

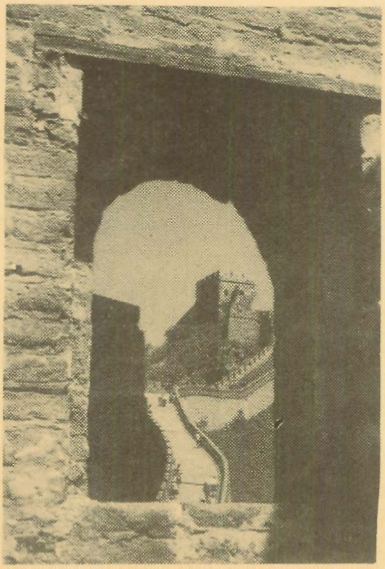

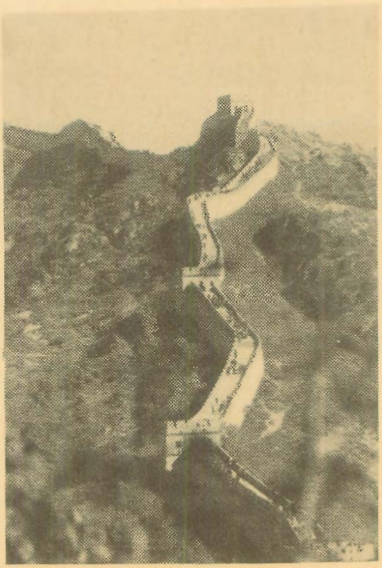

سی تبدیلیاں لاتے ہیں۔ ان تبدیلیوں میں شاید سب سے واضح ہم انسانوں کی بنائی ہوئی عمارتیں اور دوسری تعمیرات ہیں۔ سوچا جائے تو مکانوں اور دوسری رہائشی عمارات کے بغیر ہم زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہو تو بڑے بڑے فاصلوں کے درمیان سڑکیں اور ریل کی پٹڑیاں ہیں جو کبھی دشوار گزار پہاڑیوں کبھی ریگستانی علاقوں اور کبھی جنگلوں کے علاقوں سے گزرتی ہیں تو کبھی بڑے دریاؤں کو پلوں کے ذریعے پار کرتی ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہمارے کارخانے بجلی پیدا کرنے والے بند، ہوائی اڈے دفاتروں کی اونچی عمارات وغیرہ ہیں جن کے بغیر شاید جدید دور میں زندگی ناممکن ہوگی پھر ان تمام تعمیرات کے علاوہ ہمارے اور بھی بہت سے ایسے تعمیراتی کارنامے ہیں جو ہمارے لئے نہ صرف بہت اہم ہیں بلکہ ہماری تاریخ و ثقافت کے آئینہ دار بھی ہیں۔ یہ ہیں مذہبی استعمال کی عمارات، کھیلوں اور ثقافتی سرگرمیوں تعلیم اور صحت کی حفاظت کے لئے عمارات اور متفرق عمارات مثلاً مقابر اور یادگاریں وغیرہ مگر دنیا میں ایک ایسا بھی تعمیراتی کارنامہ ہے جو بلکل منفرد ہے اور یہ ہے دیوار چین۔ ویسے تو دفاعی ضروریات کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں میں چھوٹے بڑے کافی سارے قلعے تعمیر کئے گئے ہیں مگر اپنی عظمت کے لحاظ سے ان میں سے کوئی بھی چین کے اس تعمیراتی شاہکار کے قریب بھی نہیں آتا۔ دیوار چین کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہ وہ واحد انسانی تعمیر ہے جو دنیا کے باہر کی خلا سے دیکھی جا سکتی ہے۔ امریکی خلا بازوں نے خلا سے اس کی بہت سی تصاویر بھی بنائی ہیں

اس عظیم دفاعی منصوبے کی بنیاد ساتویں صدی قبل مسیح یعنی تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل اس وقت رکھی گئی جب مرکزی اور شمالی چین کی ریاستوں نے باغی قبیلوں کے حملوں سے حفاظت کے لئے اپنے اپنے علاقوں کے چاروں طرف دفاعی دیواروں کی تعمیر شروع کی۔ سن ۲۲۱ قبل مسیح میں شہنشاہ قن شی ہوانگ کے دور میں مختلف ریاستوں کے اتحاد کے بعد کئی ریاستوں کی دیواروں کو آپس میں ملا دیا گیا۔ اور یوں عظیم دیوار چین وجود میں آئی۔ اگرچہ قن شی ہوانگ کی بنائی ہوئی دیوار کی مکمل لمبائی پانچ ہزار کلومیٹر تھی مگر بہت سے دفاعی طور پر اہم مقامات پر دیوار کو دوہرا یا تہرا یا گیا تھا اور یوں جغرافیائی طور پر مشرق سے مغرب کی جانب دیوار تقریباً دو ہزار کلومیٹر تک چلتی تھی۔ زیادہ تر علاقوں میں دیوار کو درختوں سے ڈھکی ہوئی دشوار گزار وادیوں کے درمیان یا پہاڑیوں کے اوپر سے گزارا گیا تھا اور یوں اس کا شمار نہ صرف زمانہ قدیم کے بلکہ ہمارے اپنے

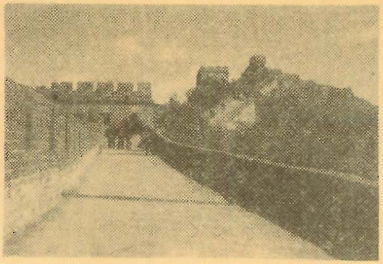

یہ کوئی سڑک نہیں دیوار چین کی چوڑائی ہے

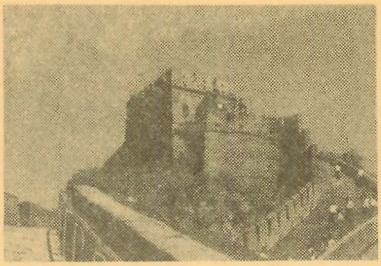

دیوار چین پر بنا ہوا ایک حفاظتی مورچہ

---

دور کے بھی عظیم اور مشکل ترین تعمیراتی منصوبوں میں ہوتا ہے اور سچ کہا جائے تو آج کے دور میں شاید ایسی دیوار بنانا ممکن ہی نہ ہو۔ اول تو یہ ہے کہ آج کل حکومتوں کی اتنی بہت سی ضروریات اور ذمے داریاں ہو گئی ہیں کہ کسی ایک کام پر ملک کے سارے پیسے نہیں خرچ کیے جا سکتے اور پھر جدید حکومتیں کسی ایک بادشاہ کے حکم پر نہیں چلتیں کہ جو حکم بادشاہ نے دیا وہ پورا ہو گیا۔ آج کل ہمارے منصوبوں پر اسمبلیوں میں بحث ہوتی ہے کئی لوگ مثلاً انجنیئر اور سرکاری افسران ان پر غور کرتے ہیں وغیرہ۔ مگر بادشاہ قن شی نے حکم دیا اور پورے دس لاکھ مزدوروں، سپاہیوں، قیدیوں اور کسانوں کو (جو پورے چین کے ۱/۵ کام کرنے والے تھے) دیوار بنانے پر لگا دیا۔ سخت محنت اور پیسہ یا کھانا نہ دیے جانے کے باعث بہت سے کام کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ان لوگوں کی کہانیاں آج تک چین میں سنائی جاتی ہیں۔

قن شی ہوانگ کے بعد مختلف بادشاہوں اور حکومتوں نے دیوار میں اضافے اور تبدیلیاں کیں۔ قن شی ہوانگ کی بنائی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ اور دیواریں بھی تعمیر ہوئیں۔ چھٹی صدی عیسوی تک دیوار چین ایک اہم اور کارآمد دفاعی رکاوٹ کا کام دیتی رہی مگر جوں جوں حکومتوں نے اپنے علاقوں میں اضافے کیے اور سرحد کو آگے بڑھایا دیوار ان کے علاقے کے اندر آ گئی اور دفاعی طور پر کارآمد نہ رہی۔ ہان خاندان نے دیوار میں مزید پانچ سو کلو میٹر کا اضافہ کیا اور جن خاندان کے بادشاہوں نے دیوار کے ساتھ ساتھ اور بھی دفاعی مورچے بنائے۔ مگر منگول قبیلوں نے ۱۲۸۰ء میں دیوار کو عبور کر کے چین میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن ان کی حکومت

کو سو سال کے اندر ہی پسپا ہونا پڑا جب چینیوں کے منگ خاندان نے انہیں ہٹا کر تخت سنبھال لیا۔ منگولوں کو نکالتے ہی منگ بادشاہ نے دیوارِ چین کو مضبوط کرنے کے لئے احکام جاری کئے۔ پہلے منگ بادشاہ کا شروع کیا ہوا کام دو سو سال جاری رہا اور اس کام کی وجہ سے ماضی کی کچی پکی دیوار کو پتھروں کی چنائی والی موجودہ دیوار میں تبدیل کر دیا گیا۔ آج چین جانے والے سیاحوں کو جو دیوار دکھائی دیتی ہے وہ یہی منگ خاندان کی تعمیر شدہ دیوارِ چین ہے۔ اس دیوار کی اوسطاً اونچائی ۲۵ فٹ (دو منزلہ مکان سے زیادہ) اور چوڑائی ۲۰ فٹ ہے۔ دیوار کے اوپر بنے ہوئے اینٹوں کے پکے راستے پر بیک وقت چھ گھڑ سوار چل سکتے ہیں۔ جہاں جہاں ڈھلان زیادہ ہے وہاں اوپر جانے والے راستے کو چھوٹی سیڑھیوں سے بنایا گیا ہے۔ بیرونی جانب دیوار کی فصیل میں سات سات فٹ اونچے برج ہیں اور ہر برج کے درمیان تیر اندازوں کے لئے نشانہ لگانے کی جگہ بھی موجود ہے۔ دیوار کی اندرونی جانب کچھ کچھ فاصلے پر دیوار کے اوپر جانے کے لئے دروازے اور سیڑھیاں ہیں۔ دیوار کی دفاعی افادیت کو بہتر بنانے کے لئے دیوار کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر دشمن کے حملے کی خبر کو پورے علاقے میں پھیلانے کے لئے رابطہ مینار ہیں جن میں رات کو روشنی اور دن کو دھوئیں کے ذریعہ یہ خبر عام کی جا سکتی تھی۔ پھر دیوار کے پیچھے اونچے مقامات پر بھی ایسے ہی مینار بنائے گئے جن کے ذریعے حملے کی خبر کو چند گھنٹوں میں اندرون ملک بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ دیوار کے ساتھ اہم دروں پر قلعے بھی تعمیر کئے گئے اور جو دراصل دیوار سے اتنے ملتے جلتے ہیں اور اس سے اس طرح ملا کر بنائے گئے ہیں کہ اس کا حصہ معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ دیوار پر پہرہ دینے والے سپاہیوں کے لئے دیوار کے اوپر اور ساتھ ساتھ رہنے کے کمرے بھی موجود ہیں اور یہ دیوار ہاں صرف فوجی اہمیت کی ہی نہیں تھی بلکہ قدیم چین کی ایک اہم گزرگاہ اور مواصلاتی نظام کے طور پر بھی کام دیتی تھی جس کے ذریعہ ملک کے ایک کونے سے دوسرے تک سفر کیا جا سکتا تھا۔

یہ تھی عظیم ملک چین کی عظیم دیوار کی کہانی۔ اس دیوار کو دیکھنے کے لئے دنیا بھر سے سیاح آتے ہیں۔ اگر آپ میں سے کسی کو چین جانے کا موقع ملے تو یہ ناقابل فراموش عجوبہ دیکھنے ضرور جائیں۔

جان محمد خاصخیلی

# سپنوں کی تعبیر

خمیسو اس دنیا میں تنہا تھا اس کی ایک بہن تھی۔ وہ بھی اپنے گھر کی ہو گئی تھی۔ اس کے والد کا سایہ بچپن سے ہی اٹھ چکا تھا۔ اس کی محبت کرنے والی ماں بھی زندہ نہیں رہی تھی جس نے خمیسو پر کبھی دکھ کے سائے پڑنے نہیں دیئے اور اسے محرومی کے ہر احساس سے ہمیشہ دور رکھا۔ اس کی ماں جب زندہ تھی تو روزانہ رات کو اسے بہادری کے قصے اور بڑے لوگوں کے واقعات سنایا کرتی تھی اور اس کا ماتھا چوم کر ڈھیر ساری دعائیں دے کر کہتی کہ میرا خمیسو ایک دن ضرور بہت بڑا آدمی بنے گا۔ ضرور بنے گا۔ اس طرح کہتے کہتے خمیسو کی ماں کی آنکھوں میں نہ جانے کیوں پانی بھر آتا تھا وہ شدتِ غم سے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیتی تھی۔ اپنا آنسوؤں بھرا چہرہ چھپا کر اسے کوئی گیت یا لوری سنانے لگتی اور لوری کے میٹھے بول سن کر دھیرے دھیرے خمیسو کی پلکیں بند ہونے لگتیں اور وہ آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں کھو جاتا۔

دن گذرتے گئے اور پھر ایک درد بھری رات کی تاریکی میں خمیسو کی ماں نے تیز بخار کی حالت میں سسک سسک کر دم توڑ دیا۔ وہ رات خمیسو کی زندگی کی سیاہ ترین رات تھی۔ اور پھر ماں کے اٹھتے ہی خمیسو کی زندگی کا آئندہ دور بھی تنہا اور تاریک ہو گیا۔

وہ اپنی بڑی بہن سدوری کے گھر رہنے لگا۔

وقت گذرنے کے ساتھ خمیسو کا قد کاٹھ بڑھنے لگا اور اسکا ذہن بھی حالات کی سختیاں سہہ کر پختہ ہوتا گیا۔ اس نے سوچا کہ مجھے اپنی زندگی کو سہارا دینے کے لئے خود ہاتھ پیر مارنا پڑیں گے۔ چنانچہ اس نے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچنے کا ارادہ کیا چنانچہ وہ روزانہ لکڑیاں بیچ کر اس سے ہونے والی آمدنی اپنی بہن کے ہاتھ میں لاکر رکھ دیتا۔

پریشانیوں اور غربت کا بوجھ اٹھائے اٹھائے وہ تھک کر چور ہو چکا تھا۔ آج وہ تھکن سے چور لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھائے اپنے دِل میں دکھوں کی اذیت محسوس کرتا ہوا چپ چاپ آہستہ آہستہ آرہا تھا۔ اس کے ننگے پیروں میں نہ جانے کتنے کانٹے چبھ گئے تھے۔ مگر کانٹے چبھنے کی وجہ سے ہونے والی تکلیف اور تھکاوٹ غربت کے بھاری بوجھ اور بے انتہا پریشانیوں کے بار کے نیچے دب گئی تھی۔

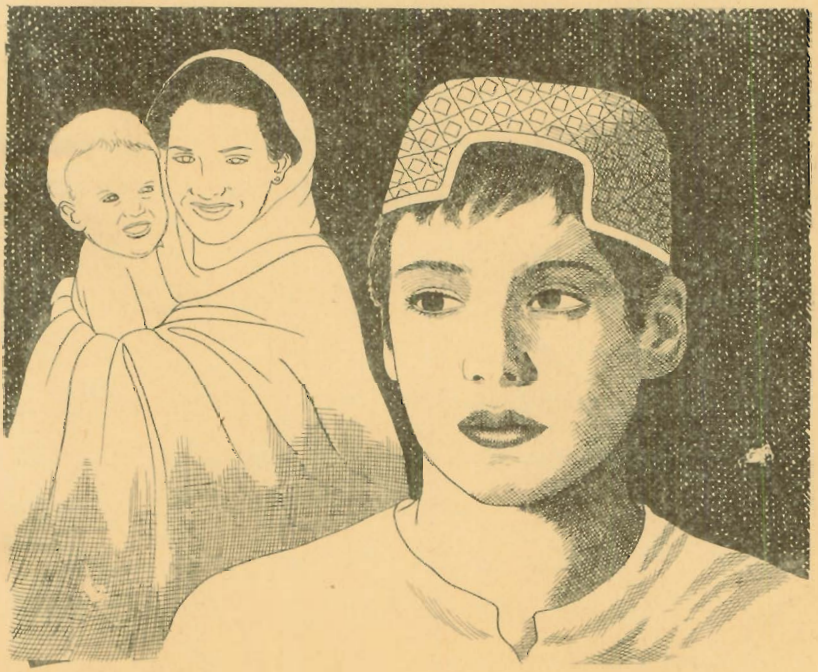

خمیسو نے لکڑیوں کی گٹھڑی گاؤں کے چوراہے پر آکر اتاری اور سر پر بندھے ہوئے اجرک کے پٹکے کو اتار کر پسینہ پونچھنے لگا۔ اس دن پہلی بار خمیسو کے دیکھے ہوئے سپنوں اور خواہشوں نے اسے یہ سوچنے اور عمل کرنے پر مجبور کیا کہ میں محنت مزدوری کر کے بھی پڑھوں گا۔ اور وہ دن ضرور آئے گا جب میں اکیلا نہیں رہوں گا۔ پھر یہ دکھ، درد اور پریشانیاں نہیں ہوں گی اور میرے پاس اچھی زندگی بسر کرنے کے لئے سب کچھ ہوگا۔ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ لکڑیوں کا خریدار آیا اور اس کے تصور کا منظر تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوگیا۔

رات کو اسے نیند نہیں آئی وہ ساری رات آسمان پر تارے گنتا رہا یہاں تک کہ اس کی امنگوں جیسی اجلی اور خوبصورت صبح طلوع ہوگئی۔

خمیسو نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور بہن کو کہنے لگا "آج سے میں اسکول میں پڑھوں گا۔ اس کی بہن نے سوچا کہ اگر یہ اسکول پڑھنے جائے گا تو خرچہ کون دے گا؟ دوسری جانب اکلوتے معصوم بھائی کی خواہش اور اپنی مجبوریوں کا سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ خمیسو نے اپنی بہن کے آنسو دیکھے تو اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔

وہ اپنی بہن کو بتائے بغیر اسکول چلا گیا اور کلاس میں اپنی عمر کے بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ ماسٹر صاحب سے کہنے لگا۔

"سائیں میں بھی پڑھوں گا۔"

ماسٹر صاحب بھی اسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور خمیسو کو اچھی طرح جانتے تھے اس لئے یہ سوچ کر کہ شاید آج آیا ہے اور پھر کبھی نہیں آئے گا۔ پوچھنے لگے۔

"بیٹا وہ تو ٹھیک ہے کہ تم پڑھو گے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارا خرچہ کون دے گا؟"

"میں مزدوری کروں گا" خمیسو نے پختہ عزم کے ساتھ کہا۔

اس کا جواب سن کر ماسٹر صاحب کے ہونٹوں سے طنزیہ ہنسی پھوٹ نکلی۔ ماسٹر صاحب نے کہا اچھا بھئی جیسے تمہاری مرضی۔

خمیسو ہر روز اسکول جاتا اور شام کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچتا۔ اس محنت سے حاصل ہونے والے پیسے وہ اپنی بہن کو دے دیتا۔ پڑھائی میں اس کی دلچسپی کو دیکھ کر اس کی بہن نے سوچا کہ اسے پڑھنا ہے اور وہ بھی اپنی ہمت سے تو کیوں نہ اسے اس کے اپنے پیسوں سے چنے پکا

کردے دیا کردوں تاکہ لکڑیاں کاٹنے کی مشقت سے بچ جائے اور چنے بیچ کر پیسے بچا لیا کرے۔ اب وہ گاؤں میں چنے بیچنے لگا۔ وقت گزرتا گیا اور خمیسو اپنے سپنوں کی تعبیر دیکھنے کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ کتنے ہی سورج ابھرے اور ڈوب گئے۔

خمیسو بڑا ہو گیا تھا اپنی محنت اور لگن سے اس نے دسویں جماعت کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کر لیا۔ اب دکھ بھرا ماضی گذر چکا تھا۔ اور اب ایک نئی راہ جو اس کے سپنوں میں چودہویں کے چاند کے مانند جگمگا رہی تھی۔ جلد ہی حقیقت کا روپ دھارنے والی تھی اس نے ٹائپ سیکھنے کا ارادہ کیا۔ اور جلد ہی ٹائپنگ پر بھی عبور حاصل کر لیا۔

پڑھنے اور چنے بیچنے کے علاوہ اس کی ایک اور مصروفیت بھی ہو گئی تھی اور وہ تھی نوکری کی تلاش۔ اس نے بہت دکھ دیکھے تھے مگر کوئی بھی دکھ اُسے شکست نہ دے سکا تھا۔ وہ مختلف محکموں میں درخواستیں اور انٹرویو دیتا رہا اور یوں اس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

اپنے معمول کے مطابق وہ گاؤں کے چوراہے پر کھڑا چنے بیچ رہا تھا کہ ڈاکیئے نے اسے ایک لفافہ لاکر دیا۔ اس نے جلدی سے لفافہ کھولا اور پھر خوشی سے جھومنے لگا۔ اسے محسوس ہوا جیسے دنیا کی تمام آسائشیں اسے مل چکی تھیں۔ خمیسو کو ایک اچھے دفتر میں کلرک کی جگہ مل گئی تھی خمیسو کی نوکری کی بات گاؤں کے چوراہے سے خوشبو کی طرح اڑ کر پورے گاؤں میں پھیل گئی لوگ اسے یوں دیکھ رہے تھے گویا عید کا چاند نظر آگیا ہو گاؤں کی بہت سی عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ خمیسو کی بہن کو مبارک باد دینے کے لئے آئیں۔ گاؤں کے مرد اور جوان سب ہی نے خمیسو کی تعریف کی۔ خمیسو کو ایسے لگا کہ منزل تو ابھی بہت دور ہے مگر شاید یہ راستہ منزل تک لے ہی جائے۔ جس پر چل کر میں نے تمام دکھوں اور پریشانیوں کو شکست دی ہے۔ اور پھر اس کے معصوم ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

کہتے ہیں خمیسو محنت کرتا رہا اور ایک دن بہت بڑا آدمی بنا۔ اس کا قصہ آج بھی گاؤں میں دھرایا جاتا ہے۔ سچ کہا کسی نے کہ مشکلات انسان کو پریشان کرنے نہیں بلکہ اس کے حوصلے اور ہمت کا امتحان لینے کے لئے آتی ہیں۔ اور اس امتحان سے کامیاب گذرنے والے ہمیشہ سرخرو ہوتے ہیں۔

# Montgomery

Biscuits, Sweets and Toffees

**The Height of Delight!**

# اپنے دانتوں کو
# مزے سے صاف کیجئے

کرسٹل کے تین ذائقے، تینوں مزے دار
کرسٹل ریڈ جیل میں چیری، گرین جیل میں
منٹ اور کرسٹل وہائٹ میں منٹ فریش۔

کرسٹل سے برش کیجئے، ٹوتھ پیسٹ کا مزا
لیجئے دانت ہمیشہ صاف، چمکدار اور کیڑا
لگنے سے محفوظ۔

Crystal
سانس خوشگوار، دانت چمکدار

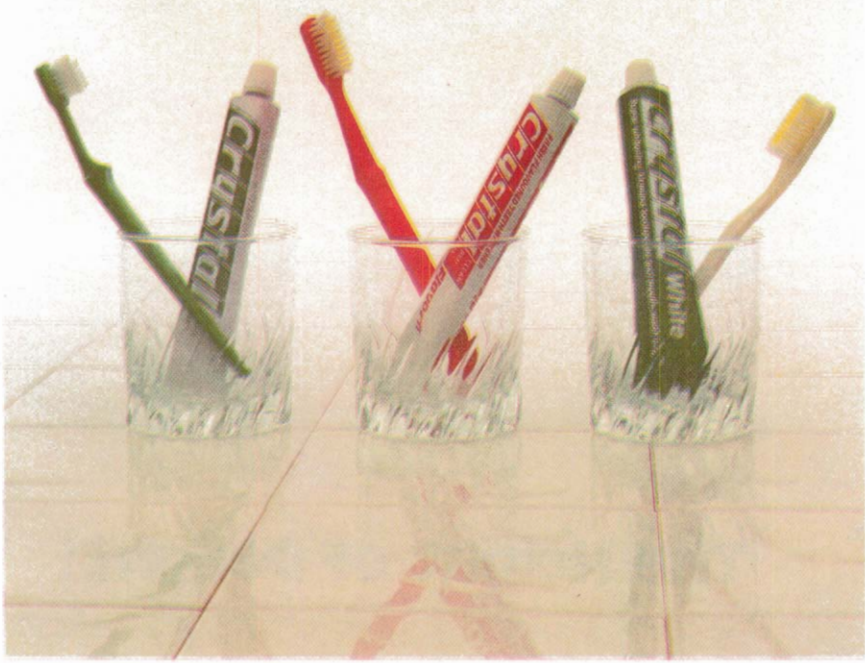

حق اسکواڈ

اخلاق احمد

# نئی مہم

امتحانات کے زمانے میں "حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان۔ شہریار، سرفراز، ضیا اور شہزاد۔ کوئی اجلاس منعقد نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں وہ اگر اپنے "ہیڈ کوارٹر" جاتے بھی تھے جو ایک غار میں بنایا گیا تھا تو صرف پڑھنے کے لئے۔ انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ پڑھائی دنیا کے ہر کام سے زیادہ اہم ہے۔ وہ جانتے تھے کہ پڑھائی کے ذریعے ہی دنیا کی ہر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا امتحانات کے زمانے میں وہ صرف پڑھتے تھے۔ صبح سے دوپہر تک اور شام سے رات تک۔

غار میں بنائے جانے والے "ہیڈ کوارٹر" میں چائے وغیرہ وہ خود بنا لیتے تھے۔ کھانا گھر سے ساتھ لے کر آتے تھے۔ پڑھائی کے دوران ان کی دوسری مصروفیت یا تو چائے بنانی ہوتی تھی یا کھانا کھانا۔ چائے وہ مل جل کر بناتے تھے۔ شہزاد، چائے کا پانی گرم رکھتا تھا، سرفراز چائے بناتا تھا، شہریار چائے کے مگ بھرتا تھا اور تقسیم کرتا تھا اور ضیاء مگ دھو کر رکھ دیتا تھا۔

چائے بناتے وقت اگر کوئی انہیں دیکھتا تو یہی سوچتا کہ یہ عام سے لڑکے ہیں۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شہریار، جوڈو اور کراٹے کا ماہر ہے۔ سرفراز، باڈی بلڈنگ کے ذریعے طاقتور بن رہا ہے۔

ضیاء برق رفتاری سے دوڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اور شہزاد، بجلی کے آلات اور مشینری کے معاملات کا ماہر ہے۔

"حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان بہت خوش تھے۔ بہت پر اعتماد تھے۔ یہ امتحانات کا زمانہ تھا۔ اور امتحانات کے زمانے میں انہوں نے ہر طرح کی مہمات کو ایک طرف رکھنے کا اور صرف پڑھائی پر توجہ مرکوز رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

لیکن ایک دن شہریار نے کہا۔ "دوستو۔ کل شام ہمیں "حق اسکواڈ" کا اجلاس منعقد کرنا پڑے گا"

شہزاد، ضیاء اور سرفراز حیران رہ گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ امتحانات کے زمانے میں آخر شہریار نے ایسا کون سا مسئلہ ڈھونڈ نکالا ہے جسے حل کرنا پڑھائی کرنے سے زیادہ اہم ہو۔ انہوں نے بار بار شہریار سے پوچھا مگر شہریار نے ہر مرتبہ یہی کہا۔ "ابھی نہیں۔ ساری بات کل شام کو اجلاس کے دوران بتاؤں گا۔ فی الحال پڑھائی جاری رکھو۔"

انہوں نے پڑھائی جاری رکھی۔ لیکن اگلے روز ہونے والے اجلاس کے خیال نے ان کو ایک نئی پریشانی، ایک نئی سستی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ بے چینی سے آنے والی شام کا انتظار کر رہے تھے۔

اگلے روز شام کو جب غار نما "ہیڈ کوارٹر" میں ان کا اجلاس شروع ہوا تو شہریار کے سوا سب ہی بہت بے چین نظر آ رہے تھے۔ "شہریار۔" ضیاء نے کہا۔ "خدا کے واسطے جلدی سے

ساری بات بتاؤ۔ میں کل سے سخت پریشان ہوں۔"

میں بھی سخت پریشان ہوں۔" سرفراز نے کہا۔ "رات بھر میں الٹے سیدھے مار دھاڑ سے بھرپور خواب دیکھتا رہا ہوں۔"

شہریار ان کی بے قراری دیکھ کر مسکرایا۔ پھر اس نے کہا۔ "ساتھیو۔ ہم نے آج تک امتحانات کے زمانے میں کوئی بھی معاملہ ہاتھ میں لینے سے گریز کیا ہے کیونکہ ہم تعلیم کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ ایسا تھا کہ کوشش کے باوجود میں اسے نظرانداز نہیں کر سکا۔ اگر ہم اس معاملے کو ٹال دیں تو ہمارا ہی نہیں اسکول کے سینکڑوں بچوں کا نقصان ہو گا۔ ہماری غفلت کئی ساتھیوں کے لئے پریشانی کا سبب بن جائے گی۔"

"شہریار۔" شہزاد نے دانت پیس کر کہا۔ "تمہاری تقریر طویل ہوتی جا رہی ہے"

"جلدی بتاؤ کہ مسئلہ کیا ہے۔؟" ضیاء نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔" شہریار نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا اسکول ایک اور سازش کی زد میں آ چکا ہے۔ ایسی بھیانک سازش کی زد میں جس سے چند عیار اور خراب لڑکوں کو تو فائدہ ہو گا لیکن باقی سینکڑوں لڑکے جس کی بدولت تباہ ہو جائیں گے۔"

"کس سازش کی بات کر رہے ہو۔؟" سرفراز نے حیرت سے پوچھا۔

"اسکول کے پرچے آؤٹ کرنے کی سازش۔!!" شہریار نے جیسے دھماکہ کر دیا۔"

"حق اسکواڈ" کے باقی تینوں ارکان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ وہ بے یقینی کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟" بالآخر ضیاء نے کہا۔

شہریار ہنسا۔ "یہ ہونے والا ہے مائی ڈیئر ضیاء۔ چند لڑکوں نے مل کر ایک ٹیچر کے ذریعے امتحانی پرچے امتحان سے پہلے حاصل کرنے کا مکمل منصوبہ بنا لیا ہے۔ وہ ان پرچوں کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مہنگے داموں فروخت کریں گے۔ پچیس روپے فی پرچہ کے حساب سے انہوں نے کئی لڑکوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ کئی لڑکے ان سے اس بھاؤ پرچے خریدنے کے لئے تیار ہیں۔"

"ہیڈ کوارٹر" میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سب خاموش بیٹھے تھے اور اس خاموشی میں صرف شہریار کی آواز گونج رہی تھی۔

"ان لڑکوں کا منصوبہ یہ ہے کہ وہ انگلش کے ٹیچر مسٹر آصف کے ذریعے پرچے حاصل کریں گے۔ دراصل آصف صاحب پرچے چھپواتے ہیں اور یہ پرچے ان کے ہی گھر پر حفاظت سے رکھے جاتے ہیں۔ ان کے بیٹے واصف نے پتہ چلا لیا ہے کہ وہ چھپنے والے پرچوں کے بنڈل جس کمرے میں مقفّل کر کے رکھتے ہیں، اس کی چابی کہاں ہوتی ہے۔ بیچارے آصف صاحب کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور ان کا بیٹا واصف ہر مضمون کا ایک ایک پرچہ وہاں سے اڑا لے گا۔ پھر واصف اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ان پرچوں کی مزید کاپیاں بنوائے گا اور ان کاپیوں کو فروخت کر دیا جائے گا۔ ہے نہ زبردست، تہلکہ خیز قسم کا منصوبہ۔؟"

کچھ دیر تک سب خاموش بیٹھے رہے۔

یہ تو بڑی غلط بات ہے شہریار۔" سرفراز نے کہا۔" اس طرح تو کچھ لڑکوں کو پہلے سے پتہ چل جائے گا کہ کیا سوال پرچے میں آنے والے ہیں۔ وہ ان کی تیاری کر لیں گے اور اچھے نمبر حاصل کر لیں گے۔"

شہزاد نے کہا۔" اور اسطرح وہ لڑکے جو پیسے نہ ہونے کے باعث یا ایمانداری کے جذبے کے تحت پرچے نہیں خریدیں گے، ان عیار لڑکوں سے کم نمبر حاصل کریں گے۔"

"بات زیادہ یا کم نمبروں کی نہیں ہے دوستو۔" شہریار نے کہا۔ "بات اصول کی ہے یہ صاف بے ایمانی ہے۔ ناانصافی ہے اور ہم کوئی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتے۔ کسی بے ایمانی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ ہمارا کام دنیا سے بدی کا خاتمہ کرنا ہے۔ برائی جس وقت بھی ہمارے سامنے آئے گی، جس روپ میں بھی نظر آئے گی، ہم اس کے خلاف جنگ کریں گے۔ ہم اس کا عہد کر چکے ہیں۔"

ان چاروں کے چہرے اچانک جگمگانے لگے تھے۔ آنے والے ایڈونچر کے خیال نے ان کی آنکھوں کو روشن کر دیا تھا۔ اور حق کی خاطر جنگ کرنے کے عزم نے ان کے ہونٹوں کو مسکراہٹ سے سجا دیا تھا۔

"حق اسکواڈ" ایک بار پھر میدان میں اتر آیا تھا۔

واصف بنیادی طور پر ایک نالائق لڑکا تھا۔ ہر کلاس میں وہ دو سال رہتا تھا۔ ایک سال فیل ہوتا تھا اور دوسرے سال بڑی مشکل سے پاس ہوتا تھا ہر امتحان میں استاد اس پر کڑی نظر رکھتے تھے کیونکہ وہ موقع پاتے ہی نقل شروع کر دیتا تھا۔ کئی مرتبہ شکایات ملنے پر اس کے والد آصف صاحب اسکول میں ہی اس کی ٹھکائی بھی کر چکے تھے لیکن واصف پر مار کا زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا۔

اب واصف نے ہر سال پاس ہونے کا نیا اور یقینی راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ تمام پرچے اس کے والد ہی چھپواتے ہیں۔ یہ پرچے پریس سے چھپ کر آتے تھے تو ان کے گھر کے ایک کمرے میں احتیاط سے رکھ دیئے جاتے تھے۔ آصف صاحب اس کمرے پر تالا ڈال دیتے تھے اور چابی ہر وقت اپنی جیب میں رکھتے تھے۔ رات کو سوتے وقت یہ چابی ان کے تکیے کے نیچے ہوتی تھی۔ واصف نے ایک روز موقع پا کر یہ چابی چند گھنٹے کے لئے چرا لی تھی اور سڑک پر بیٹھنے والے چابی ساز سے بالکل اس جیسی دوسری چابی بنوا کر اصل چابی واپس رکھ دی تھی۔

اب اس کے پاس۔ خزانے کی چابی تھی۔

لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ کچھ نو عمر لڑکوں نے اس خزانے کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔!!

---

اس روز جب واصف اسکول پہنچا تو اس کا ہم جماعت ضیاء گیٹ کے پاس منہ لٹکائے افسردہ اور مایوس کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے بھائی۔" واصف نے اپنا بستہ ہلاتے ہوئے پوچھا۔ "یوں اداس بطخ کی طرح کیوں کھڑے ہو۔

ضیاء سر جھکائے، خاموش کھڑا رہا۔

واصف اسکول کے اندر جاتے جاتے رک گیا کیونکہ اس نے ضیاء کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لئے تھے۔

"ارے، ارے۔ اس نے حیرت سے کہا۔" رو کیوں رہے ہو یار۔؟ کسی سے جھگڑا ہو گیا کیا؟"

ضیا نے سر ہلا کر انکار کیا۔

"پیسے گم ہو گئے ہیں۔؟"

ضیاء نے پھر سر ہلایا۔

"اپنے دوستوں شہریار، سرفراز وغیرہ سے لڑائی ہو گئی ہے۔؟"

"نہیں۔" ضیا نے آنسو صاف کر کے کہا۔" میں امتحان سے خوفزدہ ہوں واصف۔"

واصف کی آنکھوں میں عیاری کی چمک نمودار ہوئی۔" لیکن تم تو بڑے پڑھاکو قسم کے لڑکے ہو۔ پڑھنے اور دوڑنے کے سوا تم کرتے ہی کیا ہو۔"

"اس مرتبہ میں کچھ نہیں پڑھ سکا ہوں۔" ضیا نے پھر رونے کی تیاری کرتے ہوئے کہا۔" میں نے بڑی کوشش کی لیکن کوئی چیز، کوئی مضمون سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے دماغ کہیں کھو گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔" واصف نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔" کبھی کبھی یہ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ تو اکثر ہوتا ہے۔"

"ایک اور عجیب اتفاق بھی ہوا ہے۔" ضیاء نے کہا۔" وہ کیا۔؟"

"میرے تینوں دوستوں کا بھی یہی حال ہے۔ شہریار، سرفراز اور شہزاد بھی سخت پریشان ہیں امتحانات سے بُری طرح خوفزدہ ہیں۔ پورا اسکول یہ سمجھتا ہے کہ ہم بڑے پڑھاکو لڑکے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح شاندار نمبروں سے پاس ہوں گے۔

جب رزلٹ آئے گا تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ہم کتنے نالائق، کتنے بے وقوف لڑکے ہیں۔ کتنی بے عزتی ہو گی ہماری ....." اس کی آنکھوں میں پھر آنسو بھر آئے تھے۔

واصف کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے آگے بڑھکر ضیاء کے کندھے پر تھپکی دے کر کہا "پریشان مت ہو یار۔ جب ہم موجود ہیں تو تم کیوں پریشان ہو۔؟"

"کیا مطلب۔؟" ضیا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارے سارے مسئلے یوں حل کروں گا۔" واصف نے چٹکی بجا کر کہا۔" بس یوں سمجھو کہ تم پاس ہو چکے ہو۔ اور وہ بھی شاندار نمبروں سے۔"

"مگر..... مگر..... کیسے؟"

"بس اب تم کوئی فکر نہ کرو۔ امتحان سے تین چار دن پہلے تمہیں سارے پرچے مل جائیں گے تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہر امتحان میں کون کون سے سوالات آئیں گے۔ بس ان سوالات کی تیاری کر لینا۔ معمولی معاوضے کے عوض یہ سودا مہنگا نہیں پڑے گا۔"

"میں..... میں سمجھا نہیں..... سوالات پہلے سے کیسے معلوم ہو سکتے ہیں..... اور..... اور معاوضہ کس چیز کا دینا ہوگا....."

سب سمجھ میں آجائے گا بھولے بادشاہ....." واصف نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔ "ہم دوستوں کو کسی پریشانی میں نہیں دیکھ سکتے۔ امتحانات سے پہلے پرچے تمہیں مل جائیں گے۔ ہر پرچے کی قیمت ویسے تو پچاس روپے ہے۔ لیکن تم تو اپنے یار ہو۔" واصف ہنسا۔ "تم سے پچیس لے لیں گے۔ فی پرچہ پچیس روپے۔"

ضیاء کے چہرے پر اب اطمینان کے آثار نظر آرہے تھے۔ "لیکن واصف، پچیس روپے میں ایک پرچہ..... یہ تو بہت زیادہ ہیں..... اور..... اور تمہارے پاس پرچے کہاں سے آئیں گے۔؟" "آم کھاؤ میرے بادشاہ۔" واصف نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "پیڑ گننے کی کوشش نہ کرو بس تمہیں پرچے مل جائیں گے۔ رہی قیمت کی بات۔ تو وہ کم نہیں ہو سکتی۔ میں نے پہلے ہی تمہیں رعائتی قیمت بتائی ہے۔

یہ بھی تو دیکھو کہ جو پرچے میں تمہیں دوں گا وہ تم اپنے تینوں دوستوں کو بھی دے دو گے۔ یعنی چار لڑکوں کو پرچے مل جائیں گے۔ اور میں اس کے اضافی پیسے نہیں لوں گا۔ اب تک کتنے ہی لڑکے مجھے ایڈوانس رقم دے چکے ہیں۔"

"اچھا۔!" ضیاء نے حیرت سے کہا۔

"اور کیا۔" واصف نے اکڑ کر کہا۔ "ضیغم اور حفاظت اور وودود۔ سلامی اور کلیم اور یعقوب مظفر اور تبسم اور سلیم بیشمار لڑکے پرچے حاصل کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ضیاء نے اطمینان سے سر ہلا کر کہا۔ "میں بھی تیار ہوں۔ پیسے تمہیں مل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ضیاء نے اطمینان سے سر ہلا کر کہا۔ "میں بھی تیار ہوں۔ پیسے تمہیں

مل جائیں گے۔!"

"ہم تو دوستوں کے دوست ہیں یار۔" واصف نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "اور دوست وہی اچھا جو مشکل وقت میں کام آئے۔ اب پریشانی چھوڑو۔ یہ ناراض ہُدہُد کی سی جو شکل بنا رکھی ہے، اسے ٹھیک کرو۔ چلو، گھنٹی بجنے والی ہے۔"

وہ دونوں اسکول میں داخل ہو گئے۔

---

امتحانات سے دو دِن قبل رات کے وقت واصف ان کے "ہیڈ کوارٹر" پہنچا۔

وہ چاروں کتابیں ایک طرف چھپا کر، اس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔

اسے آتے دیکھ کر شہریار اور سرفراز نے اپنے سامنے لوڈو کی بساط بچھا لی تھی اور کھیل میں مصروف ہو گئے تھے۔ شہزاد نے ایک پُرانا کیمرہ نکال لیا تھا اور اس کی فلیش صحیح کرنے لگا تھا۔ ضیا۔ ایک کاغذ پر تصویریں بنانے لگا تھا۔

"اوہو ہو ہو۔" واصف نے اندر داخل ہو کر کہا۔ "بڑی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اور یہ غار خوب ڈھونڈا ہے تم نے....." اس کی نظر چولہے پر پڑی۔ "بھئی واہ واہ واہ یہاں تو چائے کا بندوبست بھی ہے۔ بھئی ہو جائے گرما گرم چائے کا ایک دور، آہا ہا ہا مزا آجائے گا بھئی۔"

شہریار نے چائے بنائی۔

اتنی دیر وہ آپس میں باتیں کرتے رہے۔

واصف خوب گپیں ہانک رہا تھا۔ اس کو پتہ نہیں تھا کہ اس کے قریب رکھا ہوا ٹیپ ریکارڈ چل رہا ہے۔! اس کی باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔

وہ بے خبری کے عالم میں بتاتا رہا کہ اس نے کس طرح پرچے حاصل کئے کس طرح انہیں فروخت کرنے کا پروگرام بنایا۔ کن کن لڑکوں نے اس سے پرچے خریدے ہیں۔

کچھ دیر بعد شہریار نے ہر ایک کو چائے دی۔

چائے پینے کے دوران بھی وہ اپنے کارنامے کے بارے میں تفصیلات، اکڑ اکڑ کر بیان کرتا رہا۔

اس دوران شہزاد اپنے پرانے کیمرے کی فلیش کو صحیح کرنے میں لگا ہوا تھا۔

"تم کس چکر میں پھنسے ہوئے ہو بھائی۔" واصف نے اسے مصروف دیکھ کر پوچھا۔

"اس کیمرے کی فلیش میں کچھ گڑبڑ ہے۔ اسے ٹھیک کر رہا ہوں۔" کرو۔ کرو۔" واصف ہنسا۔ "سب کچھ کرو لیکن پڑھائی نہ کرو۔ کیوں کہ اب بوتل کا جن تمہارے قبضے میں ہے۔ پرچے تمہیں ملنے والے ہیں اب تمہیں کس بات کی فکر ہے۔"

شہزاد مسکرایا اور پھر کیمرے پر جھک گیا۔

سرفراز نے جیب سے روپے نکالے اور کہا۔ "یہ رقم ہے واصف جس سے ہم پرچے خریدنا چاہتے ہیں۔"

واصف نے اپنی جیب میں سے کچھ کاغذات نکالے اور پیسوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ایسے نہیں۔" سرفراز نے کہا۔ "اس ہاتھ سے پیسے لو اور دوسرے ہاتھ سے پرچے دو۔"

واصف ہنسا۔ "ایسی بھی کیا بے اعتباری۔ خیر لو یہ پرچے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے پیسے تھامے اور امتحانی پرچے سرفراز کی طرف بڑھائے۔

اسی وقت روشنی کا ایک جھماکا ہوا۔

واصف اچھل پڑا۔ "یہ..... یہ..... کیا تھا؟"

"کچھ نہیں تھا۔" شہزاد نے کہا۔ "دراصل میرا کیمرہ ٹھیک ہو گیا ہے اس کی فلیش پھر چمکنے لگی ہے۔ یہ اسی فلیش کی روشنی تھی۔"

واصف نے شبہ کی نظر پہلے کیمرے پر ڈالی اور پھر شہزاد پر لیکن شہزاد کے چہرے پر صرف معصومیت تھی۔

"اچھا یار دو۔" واصف نے مطمئن ہو کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب ہم تو چلے۔ ہم چلے دشمن چلے۔" وہ ہنسا اور سب سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

---

پرچہ شروع ہونے والا تھا۔

کلاسوں میں لڑکے امتحان دینے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

ٹھیک نو بجے گھنٹی بجی اور کلاس ٹیچر نے پرچے لڑکوں میں تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔

لڑکے سوالات دیکھنے لگے۔

کچھ دیر بعد ہی ہر طرف بے چینی نظر آنے لگی۔

کچھ لڑکے آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔

"یہ کیا چکر ہے۔"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے"

"مارے گئے بھائی۔"

"ہاں بری طرح مارے گئے۔

"مگر ہم نے تو پیسے دیئے تھے۔ اتنی رقم خرچ کی تھی۔"

اس وقت کلاس ٹیچر نے زور سے کہا "باتیں مت کیجئے۔ خاموشی سے امتحان دیجئے"

کلاس میں خاموشی چھا گئی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد پھر سرگوشیاں شروع ہوگئیں چند لڑکے بہت پریشان نظر آرہے تھے۔ ان کے چہرے زرد پڑ چکے تھے۔ خوف اور پریشانی سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

بالآخر ایک لڑکا ہمت کر کے کھڑا ہو گیا۔

کیا بات ہے۔؟" کلاس ٹیچر نے سختی سے پوچھا۔

"پرچہ بہت مشکل ہے سر۔" لڑکے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

ایک اور لڑکے نے کھڑے ہو کر کہا۔ "ہم ان سوالات کے لئے تیار نہیں تھے سر"

کلاس ٹیچر نے غصے سے انہیں ڈانٹ کر کہا۔ "خاموشی سے بیٹھ جایئے۔ آپ کو تو امتحان دیتے وقت ہر سوال کے لئے تیار ہونا چاہیے"

"مگر....." اس لڑکے نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن اچانک خاموش ہو گیا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کمرے میں آچکے تھے۔!

"کیا بات ہے۔؟" انہوں نے کھڑے ہوئے دونوں لڑکوں سے پوچھا۔

"کچھ..... کچھ نہیں..... سر۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوری کلاس پر ایک نظر ڈالی۔ پریشان نظر آنے والے چند لڑکے اب بوکھلائے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ان لڑکوں پر نظر ڈالی۔

پھر انہوں نے کہا۔ "آپ میں سے چند طالب علم بہت پریشان نظر آرہے ہیں۔ غالباً اس لئے کہ

وہ پرچے میں موجود سوالات کے لئے تیار نہیں تھے۔"

سب لڑکے ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"دراصل بات یہ ہے کہ اس کلاس کے ایک لڑکے نے پہلے چھپنے والے امتحانی پرچے چرا کر کئی طالب علموں کو فروخت کر دیئے تھے ہمیں پتہ چلا تو ہم نے آخری وقت میں پرچے تبدیل کرنے اور نئے سوالات پرچے میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب آپ کے پاس جو پرچہ ہے اس میں نئے سوال شامل ہیں۔ پچھلے پرچے کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔"

کونے میں بیٹھے ہوئے واصف کا رنگ اڑ گیا تھا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور اسے کھڑے ہو جانے کا اشارہ کیا۔

واصف کھڑا ہو گیا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ "میں بے قصور ہوں سر۔" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ "میں نے پرچے نہیں چرائے۔"

اس وقت شہریار کھڑا ہوا اور اس نے اپنی جیب سے ایک کیسٹ نکال کر ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ "اس میں وہ ساری گفتگو ریکارڈ ہے سر، جو واصف نے پرچے ہمارے ہاتھ فروخت کرتے وقت کی تھی۔"

"یہ..... یہ جھوٹ ہے۔" واصف چلایا۔ ان لوگوں میں سے کسی نے میری آواز بنائی ہو گی۔ میرے انداز میں گفتگو کی ہو گی اور اسے ریکارڈ کر لیا ہو گا۔

اسی وقت شہزاد کھڑا ہو گیا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور ہاتھ میں ایک بڑی سی تصویر۔

پوری کلاس نے اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے حیرت سے اس تصویر کو دیکھا جس میں واصف ایک ہاتھ سے پیسے لے رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے پرچے سرفراز کے حوالے کر رہا تھا۔

اسی وقت کسی کے گرنے کی آواز آئی۔

پوری کلاس نے سر گھما کر دیکھا۔ واصف گر کر بے ہوش ہو چکا تھا۔

---

اس شام جب "حق اسکواڈ" کے یہ جیالے اپنے "ہیڈ کوارٹر" کی طرف روانہ ہوئے تو وہ بہت مسرور اور مطمئن تھے۔ انہوں نے ایک اور کارنامہ سرانجام دے دیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو سارے معاملے کی اطلاع دے کر انہوں نے ایک بڑی برائی کا خاتمہ کر دیا تھا۔

"ہیڈ کوارٹر" کی طرف جاتے ہوئے وہ اس معاملے پر باتیں کر رہے تھے "سارا کمال میرا ہے" ضیا نے چلتے چلتے کہا۔ "میں نے واصف کے سامنے ایسی زبردست اداکاری کی کہ وہ مجھے پرچے فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا۔"

"اصل کارنامہ تو میرا ہے بھائی۔" شہریار نے کہا۔ "میں نے ہی سب سے پہلے پتہ چلایا تھا کہ واصف نے یہ چکر چلا رکھا ہے۔"

"مجھے کوئی داد نہیں دیتا۔" سرفراز نے کہا۔ "میں نے ہی رقم اس کے حوالے کی تھی۔ اور پرچے وصول کیے تھے۔"

"مجھے کیوں بھول گئے ہو۔" شہزاد نے چلا کر کہا۔ "تصویر تو میں نے کھینچی تھی وہ بیوقوف یہی سمجھتا رہا کہ میں کیمرے کا فلیش ٹھیک کر رہا ہوں۔ ایسی صفائی سے تصویر کھینچی کہ اسے پتہ بھی نہیں چلا۔"

یہی باتیں کرتے ہوئے وہ اپنے غار نما "ہیڈ کوارٹر" تک آ پہنچے۔ اندر داخل ہونے سے پہلے شہریار نے کہا۔ "میرے نعرے کا ذرا زور سے جواب دینا۔" پھر اس نے چلا کر کہا۔ "حق اسکواڈ" "زندہ باد۔" تینوں نے پوری قوت سے چلا کر جواب دیا۔

ان کی آواز اس ویرانے میں دور دور تک گونجتی گئی۔

وہ ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے۔ اور اندر گھستے ہی ٹھٹک کر گھبرا کر رک گئے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابل یقین منظر تھا۔

مٹی کے تیل کا چولہا الٹا پڑا تھا اور تیل بہہ کر دری میں جذب ہو چکا تھا۔

چائے کی پتی فرش پر بکھری ہوئی تھی۔

شیشے کے مگ، جن میں وہ چائے پیتے تھے، ٹوٹے پڑے تھے ان کی کتابوں اور کاپیوں کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ وہ خاموش کھڑے دیکھتے رہے۔

ایک خیال، ان سب کے ذہنوں میں تھا۔

کسی نے۔ ان کے ہیڈ کوارٹر کو۔ تباہ کرنے کی کوشش کی تھی ....!!

---

(پھر کیا ہوا۔؟ ان کے دشمن کون تھے "حق اسکواڈ" نے کیا کیا اس سنسنی خیز داستان کی اگلی قسط آئندہ ماہ)

نومبر ۸۶ء کے اوائل میں کراچی اور چند دیگر شہر ہنگاموں کی لپیٹ میں رہے ... ان چند روزہ فسادات میں کئی جانیں تلف ہوئیں ... سینکڑوں لوگ زخمی ہوئے اور کئی گھر اجڑ گئے .. اس ناقابلِ تلافی نقصان پر ہر آنکھ پرنم ہے .. ہمارے ساتھی اور مستقل قلمی معاون جناب محمد امان خان دَل نے بھی ان واقعات کو دیکھا سُنا اور دکھے ہوئے دل کے ساتھ اپنے تاثرات کو آنکھ مچولی کے قارئین کے لئے نظم کی صورت میں پیش کیا (ادارہ)

## تلقین

محمد امان خان دَل

شعلوں کو ہوا دے کر فتنوں کو جگایا ہے
جس نے بھی جلایا ہے گھر اپنا جلایا ہے

سینے میں مرے خنجر بھائی نے اتارا ہے
اک لختِ جگر ماں کا روتا ہوا آیا ہے

سوچو تو سہی لوگو، پوچھو تو ذرا دل سے
آپس کے تصادم میں کھویا ہے کہ پایا ہے

یہ کہہ کے تسلّی اب دیدینگے سب ہی کو ہم
اس شہر میں ہنگامہ غیروں نے کرایا ہے

اس بات کا اندازہ اب جا کے ہوا ہم کو
کس درجہ جہالت میں نقصان اٹھایا ہے

یہ سوچ کے جھکتا ہے سر اپنا ندامت سے
اک بھائی نے بھائی کا یوں خون بہایا ہے

یہ قتل یہ ہنگامے جو کچھ بھی کئے ہم نے
کیا ہم کو محمدؐ نے یہ درس سکھایا ہے؟

ہم رہتے محبت سے آپس میں اخوت سے
کیا فرض ہمارا تھا کیا فرض نبھایا ہے؟

ظلمت ہے کہ چھائی ہے وحشت ہے کہ طاری ہے
میں نے تو چراغ اے دَل اپنا ہی بجھایا ہے

# Reshma 222®

سلائی کیلئے جدید ترین صابن

## ریشماں 222®

میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ

لوپ ... ئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 231343-237856

MASS

# ذہانت شرط ہے

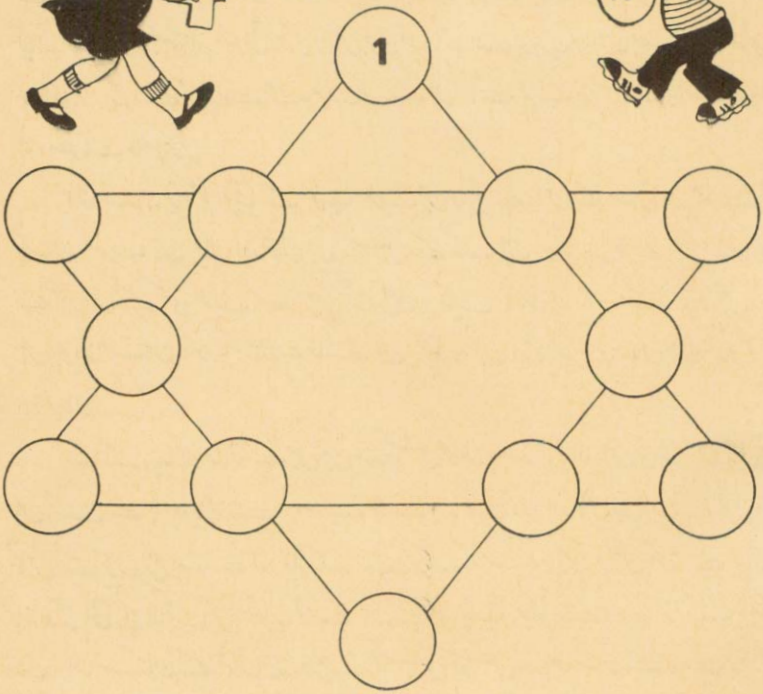


۲ سے ۱۲ تک کے ہندسے ان خانوں میں اس طرح لکھیں کہ جہاں سے بھی دیکھیں ہر دو دائروں کے ہندسے کا حاصل جمع ۲۶ آئے کوئی ہندسہ دوبار نہیں لکھا جائے گا۔ جواب کی تلاش میں جلدی نہ کیجئے ۱۵ منٹ تک اگر یہ معمہ حل نہ ہو تو

صفحہ نمبر دیکھئے

# افغانستان

## بیرونی جارحیت سے نبرد آزما اسلامی ملک

دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے تقریباً ایک لاکھ فوج بھیج کر ہمارے پڑوسی مسلم برادر ملک افغانستان پر قبضہ کر لیا قبضے کے ان سات سالوں میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا جا چکا ہے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بموں کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور ان کی ہنستی، کھیلتی اور مسکراتی زندگیوں میں خون بھر دیا گیا۔ افغان مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں اور موت کو غلامی پر ترجیح دے کر شہادت کے جام نوش کر رہے ہیں۔ آیئے ہم اپنے پڑوسی ملک افغانستان کے بارے میں معلومات حاصل کریں

افغانستان برِ اعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کے مشرق اور جنوب میں پاکستان، مغرب میں ایران اور شمال میں روس کے ملک ہیں۔ یہ چاروں طرف خشکی سے گھرا ہوا ہے اور اس کے کسی طرف سمندر نہیں لگتا۔ یعنی یہ ایک Land Locked ملک ہے تین درّے ہیں جو افغانستان کو پاکستان سے ملاتے ہیں۔ سرحد میں درّہ خیبر، بلوچستان میں درّہ گومل اور بولان

سارا ملک پہاڑی علاقہ ہے جس میں ہندوکش کا بلند سلسلہ کوہ اور اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب سے بڑا دریا ہلمند ہے دوسرے بڑے دریا ہری رود اور کابل ہیں۔ دریائے کابل دارالحکومت کابل کے بیچوں بیچ بہتا ہے اور وارسک کے نزدیک پاکستان میں داخل ہوتا ہے یہاں بند باندھ کر پانی کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہ وارسک ڈیم کہلاتا ہے۔ افغانستان کے شمال میں دریائے آکسس روس اور افغانستان کے درمیان نو سو میل لمبی سرحد بناتا ہے۔ آب و ہوا بلندی کے علاقوں میں سخت گرم ہے۔

کل رقبہ ۶۶۹، ۲۴۵ مربع میل ہے۔ جس میں سے تقریباً ۷۸ لاکھ ہیکٹر رقبہ زیر کاشت ہے۔ اناج میں گندم، جو اور مکئی کی کاشت زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ارنڈی کا تیل تمباکو، خشک اور تازہ پھل اور کپاس پیداوار میں شامل ہیں۔ قراقلی، کھال، کپاس، میوہ جات اور قدرتی گیس کی

# کوئس®

## مصنوعات بنانے والے پیش کرتے ہیں

- **کوئِس مشروبات :**
  کوئِس **لیمن** کے اضافے کے ساتھ اب
  چھ مختلف مزیدار ذائقے ۔
  آئسکریم، سیب، انناس، سنترہ، ویمٹو اور لیمن۔
- **کوئِس اچار :**
  مینگو اور مکس ۔ لذیذ، چٹ پٹے، مزیدار۔
- **کوئِس فیرنی مکس :**
  زعفرانی اور سادہ ۔
  ایک لیٹر اُبلتے ہوئے دودھ میں ایک پیکٹ
  فیرنی مکس ملا کر پانچ منٹ سے دس
  منٹ تک پکائیں ۔ فیرنی تیار ۔
- **کوئِس کسٹرڈ پاؤڈر :**
  تین مزیدار ذائقے ۔ آپکے ذوق کے عین مطابق ۔

توشیبا
کا مخصوص انداز
آپ کے تفریحی لمحات کو دلچسپ تر بنانے کیلئے

سپر۔ایس۔ایس آئی بلیک اسٹرائپ

# توشیبا

C-2020P ٹیبل ٹاپ 20" کلر ٹی وی سیٹ

آصل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ریشوں چیمبرز، ایئر روڈ، صدر، کراچی۔ فون: 720034-720033

پیداوار بہت زیادہ ہے جسے باہر بھیجا جاتا ہے۔ سات آٹھ سال پہلے تک افغانستان خوراک کے معاملے میں خود کفیل تھا لیکن ۱۹۷۹ء روسی حملے کے بعد کھیت کھلیان تباہ ہوئے تو خوراک درآمد کرنا پڑا۔

روئی کے کارخانے کابل، بلخ، بغلان اور گلبہار کے شہروں میں ہیں۔ پن بجلی، سروبی، ننگہار نغلو، ماہی پر، پل قمری اور قندھار کے مقام پر پیدا کی جاتی ہے۔

شمالی علاقے میں معدنیات Minerals اور قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ گیس زیادہ تر روس کو پائپ لائن کے ذریعے سپلائی کر دی جاتی ہے جسے روس مشرقی یورپ کے ممالک کو برآمد کر کے خوب نفع کماتا ہے۔ کونلہ کابل کے نزدیک پل قمری کے مقام پر نکالا جاتا ہے۔ کابل سے ۱۰۰ میل مغرب میں لوہے کے ذخائر بھی دریافت ہوئے ہیں لیکن ابھی ان کو استعمال میں نہیں لایا جا رہا ہے۔

سب سے لمبی شاہراہ جنوب مشرق میں قندھار سے لے کر شمال مغرب میں ہرات تک جاتی ہے۔ روس نے ایک اور سڑک بنائی ہے جو کابل سے براستہ درہ سلانگ گیارہ ہزار فٹ کی بلندی سے ہوتی ہوئی دریائے آکسس پر واقع قزل قلعہ تک جاتی ہے اسے اب جنوب مشرق میں قندھار تک ملا دیا گیا ہے اور روس اسے فوجی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کابل سے طورخم اور قندھار سے چمن تک کی سڑکیں بھی ہیں ذرائع آمدورفت میں بسیں اور ٹرک استعمال ہوتے ہیں افغان ایئر لائنز مغرب میں فرانکفرٹ، پیرس اور لندن تک شمال میں ماسکو اور تاشقند تک اور مشرق میں دہلی تک پرواز کرتی ہے۔

افغانستان کی آبادی تقریباً پونے دو کروڑ ہے۔ اکثریت پٹھان اور تاجک قبائل ہیں۔ ۲۵ لاکھ خانہ بدوش ہیں افغان قوم جری اور بہادر ہوتے ہیں وہ بچپن سے ہی اسلحوں کا استعمال سیکھ لیتے ہیں۔ بچوں کے چہرے پر سرخی ہوتی ہے۔ افغانستان کی بولیاں تو بہت ہیں لیکن پشتو اور فارسی زیادہ بولی جاتی ہے اور یہی سرکاری زبان بھی ہیں۔

بڑے بڑے شہر کابل (دارالخلافہ) قندھار، غزنی، ہرات اور کندوز ہیں، صوبہ غور میں ایک مینار ہے جس کی اونچائی ۱۹۵۰ فٹ ہے اور یہ دہلی کے قطب مینار کے بعد سب سے اونچا مینار ہے۔

افغانستان ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ درانی کے تحت دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ جب انگریزوں نے ہندوستان میں قدم جمالئے تو ان کی توجہ افغانستان پر گئی۔ افغانیوں نے انگریزوں سے تین لڑائیاں لڑیں جو کہ "افغان وارز" کے نام سے مشہور ہیں پہلی جنگ ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ اس میں انگریزوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا دوسری جنگ ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۰ء ہوئی جس میں قندھار اور جلال آباد انگریزوں کے ہاتھ لگے۔

تیسری لڑائی ۱۹۱۹ء میں ہوئی اس کے نتیجے میں سردار حبیب اللہ خاں والی افغانستان کو قتل کر دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد سردار امان اللہ خاں تخت نشین ہوا۔ لیکن برطانیہ کا جانی و مالی نقصان اتنا ہوا کہ گھبرا کر آخر کار ۱۹۲۱ء میں برطانیہ نے افغانستان کو بطور آزاد ملک تسلیم کر لیا اور ڈیورنڈ لائن کو دونوں حکومتوں نے بطور حد فاصل تسلیم کر لیا اور افغانستان کی موجودہ حد بھی ڈیورنڈ لائن ہے۔

۱۹۲۷-۲۸ء میں سردار امان اللہ اور ان کی ملکہ ثریا نے یورپ کا دورہ کیا۔ اور واپسی پر امان اللہ خاں نے چاہا کہ افغانستان میں بھی مغربی تہذیب کا دور دورہ ہو اور ان کا ملک بھی دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں اپنا مقام پیدا کرے۔ لیکن امان اللہ خاں نے جلد بازی سے کام لیا اور اپنی قوم کے مزاج کو نہ سمجھ سکا چنانچہ اس کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اس نے اپنے بھائی عنایت اللہ خاں کے حق میں تخت چھوڑ دیا۔

۱۹۲۹ء میں امان اللہ خاں دوبارہ ملک میں واپس آگیا اس کو چند ماہ بعد ملک سے فرار ہونا پڑا۔ کچھ عرصہ خانہ جنگی کی حالت چھائی رہی اور پھر عوام نے امان اللہ خان کے وزیر نادر شاہ کو بادشاہ چن لیا لیکن نادر شاہ کو ۱۹۳۳ء میں قتل کروا دیا گیا اور اسکا بیٹا ظاہر شاہ تخت نشین ہوا۔

اس تمام عرصے میں روس اپنی سرحدیں بڑھاتا بڑھاتا مسلم حکومتوں تاجکستان اور ترکستان کو ہڑپ کر چکا تھا اب اس نے افغانستان میں بھی اثر و رسوخ پیدا کر لیا۔ ظاہر شاہ کے عہد میں امریکہ اور روس دونوں افغانستان میں کافی سرگرم عمل رہے۔

۱۹۶۸ء تک افغانیوں نے محسوس کر لیا کہ روس افغانستان میں سوشلسٹ انقلاب لانا چاہتا ہے۔ چنانچہ کابل یونیورسٹی میں کمیونسٹوں کے مقابلہ کے لئے نوجوانوں نے ایک اسلام پسند تنظیم قائم کر لی کمیونسٹ جماعتیں خلق پارٹی اور پرچم پارٹی تھیں۔ انہوں نے ظاہر شاہ کے برادر نسبتی سردار داؤد کو مہرہ بنا کر ظاہر شاہ کا تختہ اُلٹ دیا اور سردار داؤد کو تخت پر بٹھا دیا۔ سردار

داؤد کچھ عرصہ تو سوشلسٹوں کے اشاروں پر چلا لیکن جلد ہی اس نے احساس کر لیا کہ افغان عوام دل سے لادینی نظام کو قبول نہیں کریں گے اور اپنے دین کو کسی صورت نہ چھوڑیں گے اسے روسی ہتھکنڈوں کا بھی احساس ہو گیا تھا چنانچہ اس نے مسلم ممالک بشمول پاکستان سے تعلقات بڑھانے شروع کیے۔ یہ بات روس کو کب پسند تھی۔ چنانچہ سردار داؤد قتل ہوا اور ۱۹۷۸ء میں سوشلسٹ ترہ کئی صدر بنا لیکن جلد ہی اس کے بعد حفیظ اللہ امین صدر بنا لیکن وہ بھی خلق اور پرچم پارٹیوں کی باہمی جھگڑوں کا شکار ہو گیا ۱۹۸۰ء کے اواخر میں ببرک کارمل روس سے ایک لاکھ فوج کے ساتھ داخل ہو کر اپنے صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب تک روس نے ہر قسم کے ہتھکنڈے اور ہتھیار آزمائے ہیں۔ ہیلی کاپٹر گن شپ سے بستیوں پر بمباری کی ہے۔ گیس اور کیمیائی اسلحے بے دریغ استعمال کیے ہیں۔ نیپام بم پھینکے ہیں۔ خوراک کا قحط پیدا کر دیا ہے گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیئے ہیں لیکن مجاہدین سینہ سپر ہو کر ہر قسم کا ظلم سہہ رہے ہیں۔

تقریباً ۴۰ لاکھ افغان گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ پندرہ لاکھ ایران کی طرف ہجرت کر گئے ہیں ملک کے اندر زندگی کا نظام درہم برہم ہے حالات یہ ہیں کہ بڑے بڑے شہروں کو چھوڑ کر اندرون ملک مجاہدین کے زیر اثر ہے۔ لیکن مجاہدین کے پاس روسی اور کارمل فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ مناسب ہتھیار ہیں نہ کافی اسلحہ دوسرے ملک خوراک، دوائیاں، کمبل، خیمے وغیرہ تو امداد میں پہنچا رہے ہیں لیکن کھلم کھلا ہتھیار سپلائی نہیں کر پاتے مہاجرین کا مطالبہ ہے کہ روس اپنی فوجیں واپس بلائے۔ افغانستان کی حکومت ایسے حالات پیدا کرے کہ ہم اپنے ملک باعزت واپس جائیں اور اپنے پسند کی حکومت چنیں اور ہم پر زبردستی سوشلزم اور کمیونزم کا جوا نہ جکڑا جائے۔

افغان مجاہدین کا یہ مطالبہ اقوام متحدہ نے اکثریت سے مان لیا ہے اور یہ کوشش جاری ہے کہ دنیا کے اس خطہ میں امن کی کوئی صورت نکل آئے لیکن ایسا لگتا ہے کہ روس طاقت کے علاوہ دوسری زبان جانتا ہی نہیں ہے اس لئے افغانستان کی آزادی کا راستہ ایک ہی ہے اور وہ ہے جہاد۔ ہماری دعا ہے کہ افغان مجاہدین کی مشکلات حل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اتنی قوت عطا کرے کہ افغانستان کی آزادی خود مختاری اور اسلامی تشخص جلد قائم ہو جائے۔ آمین!

پُرلطف پُرذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST
DROPS
150 GRAMS
delicious
cool
refreshing
HOEST

# ٹافیوں کا فریب

غازی مختار

شمع، عامر اور فیصل صبح جب اسکول آ رہے تھے تو اسکول کے قریب عامر کو سڑک پر ایک چھوٹا سا خوبصورت رنگین، چمکدار ڈبہ ملا۔ جس پر سیلوفین کا ریپر چڑھا ہوا تھا۔

عامر بڑا خوش ہوا۔ "آہا۔ دیکھو مجھے کیا ملا؟"

دوسرے بچوں نے بھی بڑے اشتیاق سے ڈبہ کھولا۔

عامر کو پیکٹ کھولتے دیکھ کر فیصل نے منع کیا "دیکھو عامر جانے کون گرا گیا ہے ـــــ تمھیں پیکٹ بالکل نہیں کھولنا چاہیئے"

"ہماری امّی نے ایک دن بتایا تھا کہ اگر کوئی چیز پڑی ملے تو وہ تھانے میں جمع کرا دینی چاہیئے۔

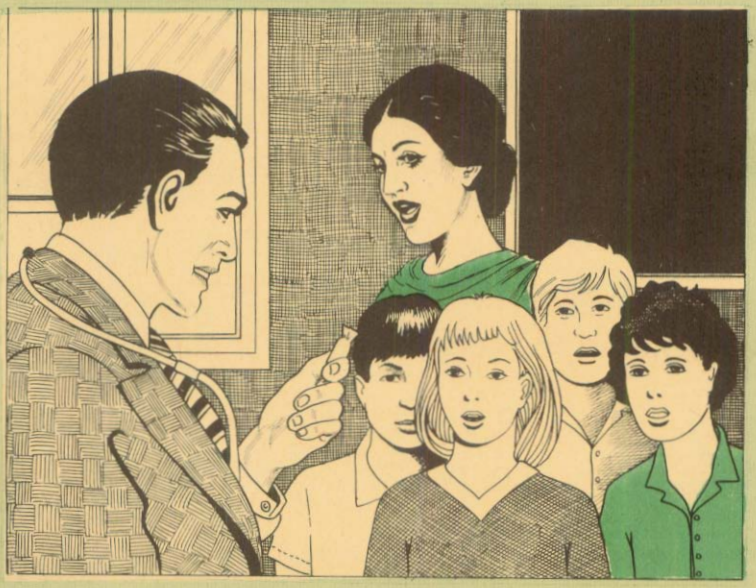

تاکہ پولیس اس کے اصل مالک تک پہنچا دے"

"چلو یہ پیکٹ تھانے میں دے آئیں"

"واہ! بھئی واہ ــــ کیوں تھانے میں جمع کرادیں؟" عامر نے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پیکٹ کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"ہماری امی نے تو کبھی نہیں کہا کہ اگر کوئی چیز تمہیں مل جائے تو تھانے میں جمع کرادو"

"ہائے اللہ! عامر تم جھوٹ بولتے ہو" تمہاری امی تو بہت اچھی ہیں وہ تو کبھی بھی تمہیں دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتیں" شمع جواب تک اشتیاق سے دونوں کی باتیں سن رہی تھی عامر کے منہ سے ایسی بات سُن کر خاموش نہ رہ سکی ــــ "فیصل ٹھیک کہتا ہے تمہیں پیکٹ نہیں کھولنا چاہیئے"

"چلو - چلو آئیں بڑی نصیحت آپا" عامر نے شمع کو جھڑک دیا۔

"میں آنٹی سے شکایت کروں گی کہ میں نے تو اچھی بات کہی تھی۔ مگر عامر نے مجھے نصیحت آپا کہا" شمع نے ناک سکوڑ کر بُرا مناتے ہوئے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

آہا ــــ وہ مارا ــــ بڑا مزہ رہے گا۔ فیصل دیکھو اس میں تو ٹافیاں بھری ہیں۔ پیلی۔ پیلی۔ رسیلی رسیلی ــــ ٹافیاں" عامر نے پیکٹ کھول لیا تھا۔ اور خوشی سے عامر کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

اسکول کے دروازے پر عادل، خالد اور عمران کو کھڑے دیکھ کر عامر نے جلدی سے پیکٹ اپنے بستے میں چھپالیا اور فیصل سے بولا "یہ عادل وغیرہ مل جائیں تو میں، تم اور شمع یہ ساری ٹافیاں کھائیں گے"

"نہ بھائی مجھے تو معاف ہی رکھو۔ میں نہیں کھاتا"

"میں بھی نہیں کھاتی ایسی ٹافیاں" شمع نے بھی نہ کردی جس کا "نصیحت آپا" کہنے پر اب بھی موڈ خراب تھا۔ تھوڑی دیر بعد عادل، عمران اور خالد بھی آپہنچے۔

شمع نے سب کو بتادیا کہ عامر کو ایک ٹافیوں کا پیکٹ ملا ہے۔

"اچھے عامر ہمیں بھی کھلاؤ ٹافیاں" عادل نے للچائی نظروں سے عامر کو دیکھتے ہوئے اُسے گھیرنے کی کوشش کی۔

اتنے میں جاوید، سلمان، رابعہ اور نظیر بھی کہیں سے آگئے۔ اور گرما گرم بحث شروع ہوگئی۔

فیصل، عمران اور نذیر کی رائے تھی کہ پیکٹ مالک کو واپس ملنا چاہیئے۔ جبکہ عادل، عامر اور رابعہ اس رائے کے قطعی خلاف تھے۔ سلمان اور خالد نے بھی اپنی رائے دی کہ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی کوئی تھانے میں جاکر جمع کراتا ہے۔ پولیس والے اتنی معمولی چیز کے لئے مالکوں کو کیوں ڈھونڈیں گے۔ ٹافیاں عامر کو ملی ہیں اور جو اُس کا جی چاہے وہ کرے۔"

جاوید نے مشورہ دیا۔" ایسا کرتے ہیں پیکٹ مس کو لے جاکر دیتے ہیں۔ اگر کوئی مالک آگیا تو ٹھیک ورنہ مس یہ پیکٹ عامر کو واپس کردیں گی۔"

"چل۔ چل آیا بڑا افلاطون"۔ عادل نے دبلے پتلے جاوید کو جھڑکتے ہوئے عامر کے بستے میں ہاتھ مار کر پیکٹ نکالنے کی کوشش کی۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو ــــ" میں خود اپنی مرضی سے سب کو بانٹوں گا۔" تین تین ــــ چار چار تو سب کے حصّے میں آجائیں گی۔" اور بستہ سے پیکٹ نکال لیا۔

"آہا! عامر یہ تو بڑی اچھی ٹافیاں نظر آتی ہیں۔ بالکل ایسا ہی پیکٹ میں نے صفیہ کے پاس بھی دیکھا تھا۔ اس کے ماموں لاہور سے اس کے لئے لائے تھے۔" ایک ٹافی مجھے بھی کھلائی تھی۔ بڑے مزے کی تھی۔" رابعہ نے عامر کے قریب ہوتے ہوئے بتایا۔

عامر نے تین تین ٹافیاں سب کو بانٹنی شروع کردیں۔

فیصل، عمران، شمع اور نذیر نے ٹافیاں لینے سے انکار کردیا۔ باقی سب نے ایک ایک ٹافی منہ میں رکھ لی۔ جبکہ عادل، سلمان اور عامر نے اکھٹی تینوں ٹافیاں منہ میں ڈال کر بجائے چوسنے کے خوب خوب چبا چبا کر کھانا شروع کردیں۔

عادل نے جلدی جلدی تینوں ٹافیاں نگلتے ہوئے مزید کا تقاضہ شروع کردیا۔ اور دو ٹافیاں مزید لے کر منہ میں رکھ لیں۔

پہلی پہلی دفعہ کی ٹافیاں تو سب نے ہی جلدی جلدی چوس لیں مگر منہ سب کے بگڑ گئے۔ ذائقہ کچھ عجیب سا تھا۔

سب سے پہلے خالد نے ٹافی تھوکتے ہوئے منہ بگاڑا ــــ "کیسی بدمزہ ٹافیاں ہیں۔"

اب تو عادل کی رائے بھی یہی تھی مگر اس وقت تک وہ پانچ ٹافیاں حلق سے اتار چکا تھا۔

سلمان، رابعہ اور جاوید نے بھی ٹافیاں تھوک دیں۔

عامر نے منہ میں موجود ٹافیاں تو نہیں تھوکیں مگر اور کھانے کے بجائے پیکٹ بستہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا معلوم ۔ انگلش ٹافیوں کا ذائقہ ایسا ہی ہوتا ہے"

سب لوگ باتیں کرتے جب اسکول کے گیٹ میں داخل ہوئے تو اسمبلی ہو چکی تھی۔ بچے اپنی کلاسوں میں جا رہے تھے۔ جلدی جلدی یہ سب بھی کلاس میں پہنچے اور اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر میں مس شاہدہ آگئیں۔ انہوں نے حاضری لی اور بچوں سے کتابیں نکالنے کو کہا۔

اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے مس شاہدہ کی نظر عادل پر پڑی تو وہ فوراً کرسی سے اٹھ کر عادل کی طرف بڑھیں۔ جس کی گردن ایک طرف ڈھلک رہی تھی۔ آنکھیں بند اور چہرہ مرجھایا ہوا اور زرد دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا ہوا عادل؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" مس نے گھبرا کر عادل کا کندھا تھامتے ہوئے پوچھا۔ جب تک مس شاہدہ نے گرتے ہوئے عادل کو سہارا دیا قریب کی ڈیسک سے عامر فرش پر لڑھک گیا۔ بچے گھبرا کر اپنی ڈیسکوں سے اٹھ گئے۔

مس شاہدہ نے عادل کو فرش پر بٹھایا ہی تھا کہ اتنے میں سلمان نے مس شاہدہ کا دامن پکڑ کر کھینچا ــــ وہ بھی نیم بیہوشی میں اپنی جگہ بیٹھا جھوم رہا تھا۔ اس کا رنگ بھی بالکل ہلدی ہو رہا تھا

رالعب، جاوید اور خالد کی حالت بھی بہت خراب تھی۔

رالعب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور بالکل ایسی سفید نظر آرہی تھی جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

مس شاہدہ نے عادل، عامر اور سلمان کو فرش پر لٹا دیا اور جاوید اور خالد سے پوچھا۔ "تم سب کو کیا ہوا ہے؟۔ کیا کھا لیا ہے تم لوگوں نے؟" مگر کوئی بول ہی نہیں پا رہا تھا۔ بس بے بسی سے ٹکر ٹکر مس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

فیصل نے مس شاہدہ کو جلدی جلدی ساری تفصیل بتائی اور عامر کے بستے سے ٹافیوں کا پیکٹ نکال کر مس کو دکھایا۔

مس شاہدہ نے اسکول کے ساتھ والے ڈاکٹر صاحب کو بلا لانے کے لئے دو بچوں کو دوڑا دیا اور ایک

مشاغل کی کہانی

عقیل عباس جعفری

# کتابیں جمع کرنا

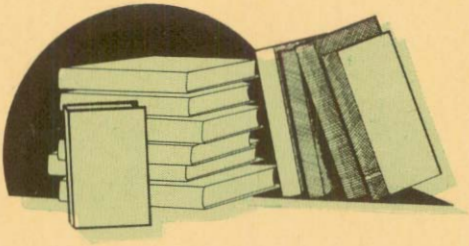

جو بچّے لکھنے پڑھنے سے دلچسپی رکھتے ہوں ان کے لئے کتابیں جمع کرنے کے مشغلے سے بہتر اور کوئی مشغلہ نہیں۔

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ کتابیں جمع کرنا، خاصا مہنگا مشغلہ ہے۔ مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اگر انتہائی احتیاط سے اور صرف اپنے موضوع سے متعلقہ کتابیں ہی جمع کی جائیں تو یہ شوق صرف جیب خرچ ہی میں بہت اچھی طرح پورا ہو سکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم آپ کو، کتابیں جمع کرنے کے بارے میں کچھ بتائیں مناسب یہ ہوگا کہ آپ کو کتاب کی تاریخ کے بارے میں بھی بتاتے چلیں۔

ہزاروں برس تک کتابوں کو ہاتھ سے لکھے جانے کا رواج رہا۔ یہ کتابیں برش، یا پرندوں کے پروں سے بنے ہوئے قلم، جنہیں انگریزی میں QUILL کہا جاتا ہے، سے لکھی جاتی تھیں۔ مگر اس طرح ایک کتاب کے لکھے جانے میں بعض اوقات ہفتوں بلکہ مہینوں صرف ہو جاتے تھے۔ اور پھر ابھی کوئی دو کتابیں ایک جیسی نہیں ہو پاتی تھیں۔ چونکہ اس طرح کتابوں کی اشاعت کا کام خاصا وقت طلب کرتا تھا۔ اس لئے علم کا پھیلاؤ بھی بہت سست رفتاری سے ہوتا تھا۔ چنانچہ انسان نے کتابوں کی اشاعت کے لئے نت نئے طریقے سوچنا شروع کیے اور یوں طباعت ایجاد ہوئی۔

کتاب کی تاریخ، دراصل طباعت کی تاریخ ہے۔ طباعت کی ایجاد کا سہرا چینیوں کے سر ہے۔ اور اس کی ابتدا ٹھپے کی چھپائی سے ہوتی ہے۔ ستر اسی برس پہلے کی بات ہے کہ چین کے صوبہ کانسو میں دنیا کی قدیم ترین مطبوعہ کتاب دریافت ہوئی۔ جس پر لکھا تھا۔

"اس کتاب کو وانگ چی ایہہ نے ۱۱ مئی ۸۶۸ کو مفت تقسیم کرنے کے لئے چھاپا۔ تاکہ اس کے والدین کی یاد کو دوام حاصل ہو"

حروف کی چھپائی بھی چین میں شروع ہوئی۔ لیکن چونکہ چینی حروف تہجی کی تعداد خاصی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اس زمانے میں حروف کی چھپائی کو ترقی نہ دی جا سکی۔

یورپ میں طباعت کی جو مثالیں دستیاب ہوئی ہیں۔ وہ پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز کی ہیں۔ یورپ میں طباعت کا آغاز کب ہوا؟ اس کا موجد کون ہے! اس کا آغاز کس شہر میں ہوا؟ ان سوالات کا کوئی حتمی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ جرمن، ہالینڈ، فرانس اور اٹلی، چاروں کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ طباعت کا آغاز ان میں ہوا۔ لیکن قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

انگلستان اس میدان میں خاصی تاخیر سے داخل ہوا۔ ۱۴۷۶ء میں ولیم کیکسٹن نے انگلستان میں پہلا چھاپہ خانہ قائم کیا۔ اور پندرہ برس کے اندر اندر سو سے زیادہ کتابیں چھاپ ڈالیں۔

برصغیر پاک و ہند میں طباعت کی ابتداء پرتگیزیوں سے ہوئی۔ برصغیر کا پہلا چھاپہ خانہ گوا میں ۱۵۵۷ء میں قائم ہوا۔ ابتداء میں پرتگیزی مشنریوں نے مسیحیت کی تبلیغ کے لئے کتابیں چھاپیں۔

انگریزوں نے اپنا پہلا چھاپہ خانہ ۱۶۷۴ء میں بمبئی کے مقام پر نصب کیا اور کاغذ اور ٹائپ بڑی مقدار میں مہیا کیا۔ انہوں نے ۱۷۷۲ء میں مدراس میں اور ۱۷۷۹ء میں سرکاری چھاپہ کلکتہ میں قائم ہوا۔

انیسویں صدی کے آغاز میں طباعت کے فن نے مزید ترقی کی اور ٹائپ کی چھپائی کی جگہ لیتھو چھپائی کا آغاز ہوا۔ برصغیر میں یہ طریقہ طباعت ۱۸۲۶ء میں پہنچا۔ چونکہ یہ طریقہ طباعت، ٹائپ کی طباعت کے مقابلے پر ارزاں تھا۔ اس لئے بہت جلد مقبول ہو گیا۔ اور ایک طویل عرصے تک برصغیر اردو زبان کی کتابوں اور اخبارات کی چھپائی کے لئے لیتھو طباعت ہی کا رواج رہا۔

بیسویں صدی میں لیتھو کی جگہ آفسٹ طریقہ طباعت نے لے لی۔ جس میں تصویروں کی طباعت

بہت آسان ہوگئی، جلد ہی تمام اخبارات اور رسائل نے اس طریقۂ طباعت کو اپنا لیا۔ آفسٹ طریقۂ طباعت، لیتھو اور ٹائپ کی طباعت کے مقابلے میں نہ صرف زیادہ تیز ہے، بلکہ اس طرح طباعت سستی بھی پڑتی ہے۔ آج کل ساری دنیا میں بالعموم یہی طریقۂ طباعت رائج ہے۔

یہ تو تھی کتاب کی طباعت کی تاریخ، آیئے اب ہم آپ کو کتابیں جمع کرنے کے بارے میں کچھ بتائیں۔

کتابیں جمع کرنے کے شوقین کو انگریزی میں BIBLIOPHILE کہا جاتا ہے۔ جوں جوں کتابوں کی طباعت عام ہوتی جاتی ہے۔ کتابوں کے شائقین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ کسی بھی شخص کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام موضوعات پر کتابیں جمع کر سکے۔ البتہ اپنے شوق اور مطالعہ کے لحاظ سے پسندیدہ کتابوں پر مشتمل ایک منتخب مجموعہ ضرور اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔

کتابوں کا مجموعہ، اس کے مالک کے ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے پسندیدہ موضوع پر صرف چنیدہ کتابیں ہی جمع کی جائیں۔ اور نہ صرف یہ کہ جمع کی جائیں بلکہ انہیں بہتر طریقہ سے محفوظ بھی رکھا جائے۔ اور ان کے مطالعے سے اپنے علم کو بھی وسعت دی جائے۔

کتابوں کی حفاظت کے لئے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ کتاب کی جلد کو یا سرورق کو پھٹنے سے بچایا جائے۔ کیونکہ اگر کتاب کی جلد یا سرورق ضائع ہوجائے تو نہ صرف یہ کتابیں بدنما ہوجاتی ہے بلکہ بہت جلد پوری کتاب بھی ضائع ہوسکتی ہے۔

کتاب پڑھنے کے دوران، عبارت کے نیچے لکیر کھینچنا بھی، کتاب کو بدنما بناتا ہے۔ اگر آپ کتاب پڑھنے کے دوران، کچھ باتیں نوٹ کرنا چاہتے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے کاغذ کی علیحدہ شیٹیں استعمال کریں۔

کتاب کو ہمیشہ مجلد کروا کر رکھیں یا اس پر خوبصورت کاغذ چڑھالیں۔ آج کل LAMINATION کا رواج بھی عام ہے۔ جو اگرچہ ایک مہنگا عمل ہے۔ مگر اس سے کتاب بالکل محفوظ ہوجاتی ہے۔ کتاب کو چھوتے وقت یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ اس وقت آپ کے ہاتھ بالکل صاف ستھرے ہوں۔

کتاب کو پڑھتے پڑھتے کبھی الٹ کر نہ رکھیں، اس طرح کتاب کی جلد کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں پھٹ جاتی ہے۔ جب آپ کتاب نہ پڑھ رہے ہوں تو اسے کسی بک شیلف میں

کھڑا کر دیں۔

کتابوں کے صفحات الٹنے میں بھی احتیاط کریں۔ کتاب کے کونے موڑنے سے بھی گریز کرنا چاہیے اگر صفحات کے دوران بطورِ نشانی کوئی چیز رکھنا ہی چاہتے ہوں تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ بک مارک استعمال کریں، جو آج کل کتابوں کی ہر اچھی دکان پر دستیاب ہوتے ہیں۔

اگر آپ کے پاس کتابیں رکھنے کا کوئی شیلف یا الماری ہو تو اس کی صفائی بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ کتابوں کو صاف ستھرا رکھنے سے دیمک نہیں لگتی۔ دیمک سے محفوظ کرنے کے لئے نیم کے پتے بھی الماری میں رکھے جا سکتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ بھی کیا جا سکتا ہے۔

اگر آپ کا جیب خرچ نئی کتابیں خریدنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تو آپ کتابیں حاصل کرنے کے لئے ایسے کتب فروش سے رجوع کر سکتے ہیں۔ جو پرانی کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کتب فروشوں کے پاس سے اکثر بہت نایاب اور مہنگی کتاب بھی بہت کم داموں میں دستیاب ہو جاتی ہیں۔

جو بچے کتابیں جمع کرنے کے شوقین ہوں۔ ان کے والدین کو بھی چاہیئے کہ وہ انہیں سالگرہ، عید اور امتحان میں کامیابی کے موقع پر پیسے یا کوئی اور انعام دینے کی بجائے، ان کی پسندیدہ کتاب کا تحفہ پیش کریں۔ بچہ جب بھی وہ کتاب پڑھے گا اسے ان کی یہ مہربانی یاد آجائے گی۔

بڑے شہروں میں بچوں کی کتابوں کے میلے بھی اکثر منعقد ہوا کرتے ہیں۔ بچوں کے والدین اور اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ انہیں ایسے میلوں میں لے کر جائیں اور ان کے اس شوق کی حوصلہ افزائی کریں۔

---

## صفحہ نمبر ۱۱ کے معمّے کا صحیح حل

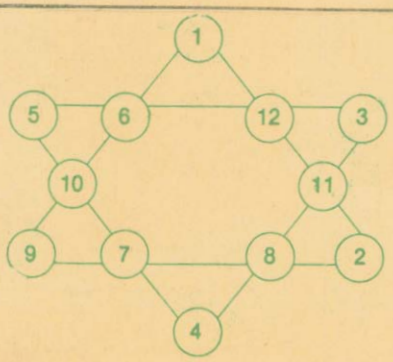

کولا

آر سی

میرا مزے مزے کا

ROYAL CROWN COLA

RC

Me and my RC

CONTINENTAL BEVERAGES (PVT) LTD.
D-210, ESTATE AVENUE S.I.T.E.,
KARACHI-16

lavishly relishing



AHMED'S MANGO CHUTNEY

رومی بھیس بدلتا ہے۔

# تعاقب

عظیم سرور

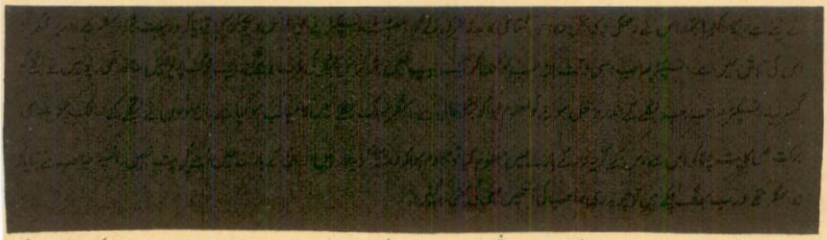

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے تر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ بے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے بکسے نما کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کہ موٹے گرو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کر دو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کھڑکی فارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بے ہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امی نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلے کی عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائریکٹری میں تلاش کر کے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلا لیا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہو گیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدھی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی وہ اس گستاخی کا بدلہ ضرور لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر یہی بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب لوگوں کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کچھ دن بعد بات آئی گئی ہوگئی۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی۔ لیکن موٹے گرو کی ٹولی تو یوں غائب ہوگئی تھی جیسے دن کے وقت آسمان کے تارے۔ سیٹھ رفیق نے اپنے لڑکے فرید کی نگرانی سخت کر دی تھی۔ انہوں نے فرید کا اِدھر اُدھر جانا بند کر دیا تھا۔

اسکول لے جانے اور واپس لانے کے لئے ایک ملازم رکھ لیا تھا۔ رومی نے بھی کافی احتیاط برتنا شروع کر دی تھی۔

وہ عام طور پر شام ہونے سے پہلے گھر آجاتا اور جہاں کہیں بھی جاتا اپنے اردگرد کے لوگوں کی طرف سے چوکنّا رہتا۔

ایک دن رومی بازار میں چلا جا رہا تھا کہ اس کی نظر ایک آدمی پر جا کر ٹک گئی۔ رومی کو یاد آیا کہ یہ آدمی موٹے گرو کا آدمی ہے اور جب اُسے کمرے میں بند کیا گیا تھا تو یہی آدمی اُس کے لئے کھانا لے کر آیا تھا۔

اس وقت وہ آدمی اپنی دھن میں مگن چلا جا رہا تھا۔ رومی نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ شاید اس گروہ کے کچھ اور آدمی بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہوں۔ لیکن اُسے ایسا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

بازار میں کافی چہل پہل تھی اور کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ بس اسی بات پر رومی کا دل مچل اٹھا اور وہ اس آدمی کا پیچھا کرنے لگا۔

ایک دو بازاروں سے گزرنے کے بعد وہ آدمی ایک ہوٹل میں گھس گیا۔

رومی باہر کھڑے کھڑے دیکھتا رہا کہ وہ آدمی کس جگہ بیٹھتا ہے۔

وہ آدمی ہوٹل میں مختلف کرسیوں میزوں پر نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھا۔ اور ایک کیبن میں داخل ہوگیا۔ رومی مسکرا دیا۔ وہ دل میں اس وقت یہی دُعا مانگ رہا تھا کہ یہ آدمی کیبن میں بیٹھے۔ کیونکہ اگر وہ ہال میں لگی ہوئی میز کرسیوں پر بیٹھ جاتا تو رومی کے لئے بڑی مشکل ہو جاتی۔

رومی ساتھ والی میز پر بیٹھ جاتا تو آسانی سے پہچان لیا جاتا۔

ابھی اس واقعہ کو دن ہی کتنے گزرے تھے۔

زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ مہینے پہلے کی بات تھی۔

رومی یہ تو جان ہی گیا تھا کہ یہ آدمی کسی سے ملنے کے لئے آیا ہے۔
اب جبکہ وہ آدمی کیبن میں بیٹھ چکا تھا۔
رومی کے لئے معاملہ بہت آسان ہو گیا۔
رومی بڑی آسانی کے ساتھ اُس آدمی کی بات چیت سن سکتا تھا۔
رومی ہوٹل میں داخل ہو گیا اور جس کیبن میں وہ آدمی گیا تھا اُس کے ساتھ والے کیبن میں جا کر بیٹھ گیا۔ ہیرا آیا۔

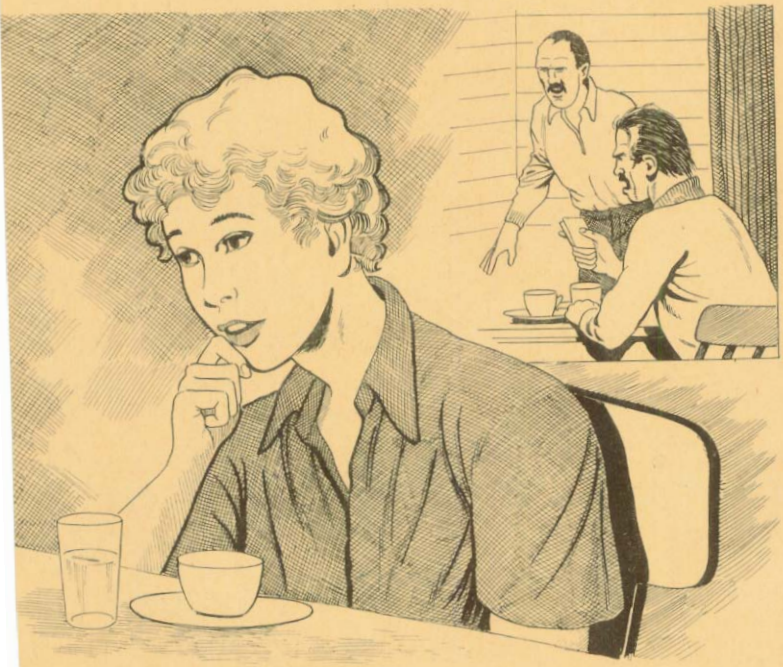

رومی نے اُس سے چائے اور پیسٹری کے لئے کہا۔
اور کان ساتھ والے کیبن کی طرف لگا دیئے۔ جہاں سے پرچ کے ساتھ پیالی ٹکرانے کی آوا
صاف آ رہی تھی۔ اور
کبھی کبھی ایک لمبی "سڑوپ" کی آواز۔ وہ آدمی چائے پی رہا تھا۔

رومی چائے پی چکا تو بیرے نے بل لاکر رکھ دیا۔
رومی نے اُسے پچیس پیسے زیادہ دیئے۔
بیرے نے شکریے کا سلام کیا تو رومی نے یہ سوچ کر کہ جانے کب تک انتظار کرنا پڑے۔
اُس نے باہر سے اخبار لانے کے لئے کہا۔
لیکن رومی کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔
کیبن سے اُس آدمی کی آواز سنائی دی۔
"آؤ جی اُستاد! بڑی دیر کردی تم نے؟"
آنے والے نے جواب دیا۔
"تم تو جانتے ہی ہو، یہ چکر ایسے ہی ہیں ان میں دیر ہو ہی جاتی ہے"
اچھا کب سے بیٹھے ہو تم یہاں۔
"میں آدھے گھنٹے سے بیٹھا ہوں"۔ پہلے آدمی نے جواب دیا۔
تو پھر کون سی دیر ہوئی"۔ آنے والے نے کہا۔
"واہ استاد ٹائم تو پانچ بجے کا تھا نا"
"اچھا، اچھا چائے منگوا"
پہلے آدمی نے میز کو بجایا۔ پھر بیرے کو چائے کا آرڈر دیا۔
رومی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ دل دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ اس کے مطلب کی بات ہو رہی تھی۔
وہ ڈور جو کافی دنوں سے الجھی ہوئی تھی اب اس کا سرا مل رہا تھا۔
اس نے اپنی پوری توجہ ساتھ والے کیبن پر لگادی۔
"اچھا استاد! پھر کیا حکم ہے"۔ پہلے آدمی نے کہا۔
"سنو"! ابھی تو آخری نہیں آیا۔ ویسے تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے۔ اور وہ آدمی جو حکم دے اس پر عمل کرے۔
"بہت اچھا"۔ پہلے آدمی نے کہا۔
"اور سنو! اکبر جس آدمی سے ملے گا اُس کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب

پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔
بس اسی آدمی سے آگے بڑھ کر بات کرلے۔
"ٹھیک ہے استاد"۔ پہلے آدمی نے کہا۔"لیکن کس ٹائم پر جانا ہوگا؟"
"صبح ۱۱ بجے"۔
اتنے میں بیرے نے چائے کے برتن میز پر رکھنا شروع کردیئے دونوں آدمیوں کی باتوں کا سلسلہ رُک گیا۔
بیرا چلا گیا تو چائے بننے لگی اور پھر دونوں کی سٹروپ سٹروپ کی آوازیں گونجنے لگیں رومی نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ چائے نوش فرمائی جارہی ہے۔
پہلے آدمی نے پھر باتوں کا سلسلہ شروع کیا۔
"اچھا استاد یہ تو بتاؤ آج کل گرُو کہاں ہیں۔
"یہ کسی کو بھی معلوم نہیں"۔
"تم کو بھی نہیں" پہلے آدمی کی آواز میں حیرت تھی۔
"نہیں"
"اور یہ حکم کہاں سے لائے ہو"۔
"یہ حکم مجھے ایک اور آدمی نے دیا ہے۔ اُس کو بھی کسی اور نے دیا ہوگا"۔
"تو کیا گرُو خود لوگوں سے کچھ نہیں کہتے"۔
"خود بھی بات کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی کوئی خاص بات ہو یا خاص آدمی سے بات چیت کرنی ہو تو خود جاتے ہیں۔
"خود کسی کے سامنے نہیں آتے"۔
"اور رہتے کہاں ہیں"؟
"یہ بھی کسی کو معلوم نہیں۔ بس ہم لوگوں کو تو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اِس وقت فلاں جگہ ہیں۔ ہم وہاں پہنچ جاتے ہیں"۔
"ویسے رہتے تو بڑے ٹھاٹ سے ہوں گے"۔
پہلے آدمی نے للچائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ظاہر ہے۔ اب تم نے دیکھا نہیں تھا کیا پچھلے دنوں۔"

"ہاں استاد دیکھا تھا۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں گرو کا اصلی ٹھکانہ تو محل ہی ہوگا۔"

جب کرائے کی جگہ پر ایسا ٹھاٹ تھا تو اصلی جگہ پر کیا کچھ نہیں ہوگا۔

"اچھا بھئی اب میں جاتا ہوں۔"

دوسرا آدمی شاید بور ہوگیا تھا۔

پہلے آدمی نے کہا

"استاد کچھ خرچ پانی ملے گا۔"

"ہاں ہاں ضرور۔"

اور پھر رومی کو نوٹوں کی کڑکڑ صاف سنائی دی۔

رومی اب بے تاب ہوگیا تھا۔ اتنی باتیں سننے کے بعد وہ اس اجنبی کی شکل دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ اپنے کیبن میں کوئی ایسی جگہ ڈھونڈنے لگا جہاں سے اس اجنبی کی شکل نظر آجائے۔

لیکن اسے ناکامی ہوئی۔

دوسری طرف اجنبی پہلے آدمی کو کہہ رہا تھا۔

"اب فوراً ہی اکبر سے جاکر کہنا کل گاندھی گارڈن میں دن کے گیارہ بجے پہنچ جائے۔"

وہاں پر جو آدمی اپنی پتلون کی بائیں جانب جیب سے کالا رومال نکال کر بار بار چہرے پر پھیرے۔

"اُسی سے بات کرے اور وہ جو پیغام دے گا۔ اُس پر عمل کرے۔"

"بہت اچھا اُستاد۔"

اجنبی کو دیکھنے کا بس ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا کہ رومی جلدی سے ہوٹل سے نکل کر باہر کھڑا ہوجائے۔

رومی نے ایسا ہی کیا وہ جلدی سے اپنے کیبن سے باہر نکلا اور ہوٹل کے سامنے والی دکان کے قریب کھڑا ہوکر کیبن کو دیکھنے لگا۔

پہلے تو وہی پہلا والا آدمی کیبن سے نکلا اور اُس کے پیچھے ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔
رومی کو یاد آیا کہ یہ وہی آدمی ہے جو اُسے موٹے گرد کے پاس لے گیا تھا اور جس نے رومی کو ختم کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔
یہ آدمی اِس وقت سفید رنگ کی قمیض اور پتلون پہنے ہوئے تھا۔ آنکھوں اور چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ بہت ہی ظالم شخص ہے۔
ہوٹل سے باہر نکل کر دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔
اور اپنے اپنے راستوں پر چل دیئے۔
رومی نے سوچا اب زیادہ پیچھا کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دی جائے۔
" وہ خود ہی اِن کو گرفتار کر لے گی۔"

پھر کیا ہوا یہ آئندہ قسط میں پڑھیئے

## ذہانت

ایران کے بادشاہ ملک شاہ نے ایک بار اپنے وزیرِ اعظم نظام الملک طوسی کو ایک بڑی تعداد میں قلعے تعمیر کروانے کا حکم دیا تاکہ ملک کا دفاع آسان ہو۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے وہ دفاعی قلعے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ نظام الملک اسے نئے قائم کئے ہوئے بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں لے گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ وہ قلعے کہاں ہیں؟ وزیرِ اعظم نے جواب دیا۔

حضور میں نے وہ تمام رقم جو آپ نے قلعوں کی تقسیم کے لئے دی تھی اِن اداروں پر خرچ کر دی ہے یہی وہ قلعے ہیں، جہاں وہ سپاہی تیار ہوں گے جن کے نظریات اور افکار کے تیر جنگ کے تیروں سے کہیں زیادہ دور تک پہنچیں گے۔ ملک شاہ اپنے وزیرِ اعظم سے بہت خوش ہوا اور اس کی ذہانت پر بہت داد دی۔

# جوؤں کے بارے میں دلچسپ معلومات

انسان اور جوؤں کا ساتھ زمانہ قدیم سے ہے حتیٰ کہ اہرام مصر سے برآمد شدہ کیمیائی طریقہ سے محفوظ کی ہوئی انسانی لاشوں پر بھی جوؤں کے آثار پائے گئے ہیں جو ئیں انسانی جسم پر رہتی ہیں اور انکی بقا انسانی جسم سے خون چوسنے پر ہے۔ جوئیں تقریباً دنیا کے ہر خطہ ارض کے انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ گو انہیں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں مگر عام طور پر عورتوں کے بالوں میں یہ زیادہ پائی جاتی ہیں۔

سر میں انکی موجودگی لمبے بالوں کی تابع نہیں مگر یہ امر دیکھنے میں آیا ہے کہ بالوں کا گھنا اور زیادہ ہونا، سر کا نہ دھونا کنگھے کا استعمال نہ کرنا یا کم استعمال کرنا اور بالوں کو زیادہ دیر تک ایک ہی طرز میں رکھنے سے جوؤں کو نشوونما کا بہترین موقع ملتا ہے۔ اسی وجہ سے جوئیں زیادہ تر عورتوں، لڑکیوں اور بچوں میں پائی جاتی ہیں۔

جوئیں باآسانی ایک انسان سے دوسرے انسان پر منتقل ہو جاتی ہیں، خاص طور پر اسکول جانیوالے بچوں میں یا ایک دوسرے کی کنگھی یا برش استعمال کرنے سے انکی منتقلی کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ جوؤں کا ہونا اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان صفائی کا خیال نہیں رکھتا اور پھر ایک جگہ مل جل کر رہنے سے انکے مزید پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ خوش قسمتی سے جوؤں کو اگر انسانی جسم سے الگ کر دیا جائے تو یہ ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتیں۔

جوئیں تین یا چار ملی میٹر جسامت کی ہوتی ہیں۔ اور انکا رنگ گدلے سفید سے سیاہ مائل سرمئی ہوتا ہے۔ بالوں کی جڑ کے قریب انکو انکی مرغوب غذا یعنی خون، رطوبت، گرمائش اور انڈے دینے کیلئے موزوں ماحول دستیاب ہوتا ہے۔

جوئیں عموماً سر کی کھوپڑی کے قریب بالوں کی جڑ سے (جیسے کہ کیکڑے اپنے جبڑوں سے کسی چیز کو مضبوطی سے جکڑ لیتے ہیں) مضبوطی سے جمی رہتی ہیں، اور ایک باریک نوک دار نالی کے ذریعے انسانی خون پیتی رہتی ہیں۔ انکی حرکت اور خارج شدہ گندے مادے سے سر میں شدید اور متواتر خارش ہوتی رہتی ہے۔ جو بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ انکو بالوں سے زندہ الگ کرنا بہت مشکل ہے، مرد عورتیں وقت پڑنے پر اپنا سانس بند کر لیتی ہیں، اور بالوں پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر لیتی ہیں۔ ایک دن میں مادہ جوں اوسطاً چھ سے بیکر آٹھ انڈے تک سر کے مختلف حصوں میں دیتی ہے۔ جوں کی اوسط عمر تیس سے چالیس دن تک ہوتی ہے جس کے دوران یہ تقریباً تین سو انڈے دیتی ہے، دوسری کھوپڑی سے تقریباً ایک سینٹی میٹر اوپر بالوں سے چپکے ہوئے ہوتے ہیں۔ جوؤں کی وجہ سے تکلیف دہ کھجلی اور مسلسل خارش کی عام شکایت ہے۔ مستقل خارش کرنے سے سر میں زخم، آبلے، پھنسیاں بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات گردن کے پٹھوں اور غدود میں ورم آجاتا ہے۔

جوؤں سے بہت سی بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ مثلاً Relapsing Fever, Trench Fever, Typhus Fever خصوصاً پہلی دو قسم کا بخار جوؤں کے خارج شدہ گندے مادے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ گندہ مادہ یا تو جلد میں زخموں کی وجہ سے یا پھر سانس کے ذریعے بیماری پھیلانے میں مدد دیتا ہے۔

عام طور پر بالوں کا اگر غور سے معائنہ کیا جائے تو جوؤں انکے بچوں اور انڈوں کی بہت زیادہ تعداد نظر آئیگی۔ جوؤں کے خاتمے کیلئے اب بالوں کا منڈوانا، سرکہ یا تارپین اور بدبودار کیڑے مار دواؤں یعنی ڈی۔ ڈی۔ ٹی اور میلاتھیان وغیرہ کا استعمال عورتوں کا ہاتھوں سے جوئیں نکالنا اور جڑی بوٹیوں کا استعمال ضروری نہیں۔ بلکہ انکے مکمل اور حتمی خاتمہ کیلئے اب **ویلکم پاکستان لمیٹڈ** کی جدید ترین تحقیق **کوپیکس** اینٹی لائس لوشن کا استعمال چھ ماہ سے زائد تمام عمر کے لوگوں کیلئے محفوظ ترین اور موثر ترین علاج ہے۔

**کوپیکس** اینٹی لائس لوشن آپ کے قریبی میڈیکل / جنرل اسٹور پر دستیاب ہے۔

# ویلکم کی کوپیکس
## اینٹی لائس لوشن

جوئیں ایک بچّے سے دوسرے بچّے اور بڑوں میں منتقل ہوجاتی ہیں۔ خون چُوستی ہیں اور بچّوں کی ذہنی نشوونما پر اثرانداز ہوتی ہیں :

## جوؤں سے مؤثر نجات کیلئے
## کوپیکس اینٹی لائس لوشن

کوپیکس ڈی۔ڈی۔ٹی، بی ایچ سی اور میلاتھیان سے پاک ہے۔

کوپیکس لوشن میں جدید تحقیق پر مبنی کیڑے مار دوا پرمیتھرین شامل ہے جو سر کی جوؤں اور لیکھوں کے خاتمہ کے لئے نہایت موثر ہے۔

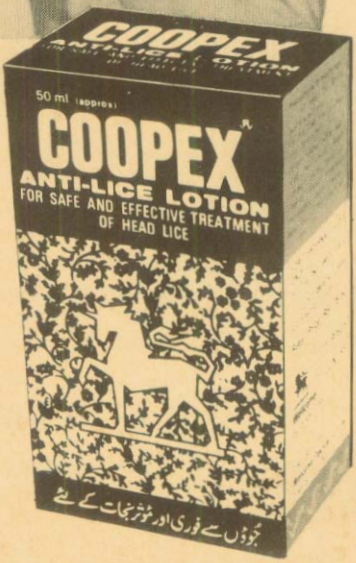


Wellcome Insecticides Division.

TRANSWORLD

# آیئے بنیں "آرٹسٹ"

نامکمل کھلاڑی کو مکمل کر دیجئے آپ کا بنایا ہوا اسکیچ پہلے سے بنے ہوئے اسکیچ سے جس قدر مشابہہ ہو گا اسقدر اچھے آرٹسٹ بن سکتے ہیں۔

(دلچسپ تحریری مباحثہ)

اس ایوان کی رائے میں

# رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے

ماہ اکتوبر کے شمارہ میں ہم نے ایک تحریری مباحثہ کا اعلان کیا تھا۔ جس کا عنوان تھا "رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے" موافقت یا مخالفت میں آپ کو لکھنا تھا۔ دونوں موقف میں زیادہ تر بچوں کے دلائل تقریباً ایک ہی جیسے رہے۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے انعامات حاصل کرنے والی تحریروں کو ہم اسی ترتیب سے شائع کر رہے ہیں۔ اور انہیں انعامات بھی بھجوا رہے ہیں۔ بچوں کی کئی تحریریں بعد میں موصول ہوئیں جو شاملِ مقابلہ تو نہ کی جا سکیں البتہ اس تحریری مباحثہ میں شرکت کرنے والے دیگر تمام بچوں کے ساتھ ہم ان کے نام بھی شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

- محمد ارشد صدیقی، گلبہار ۲ کراچی
- عبداللطیف ماہی، میٹھادر، کراچی
- لقمان شاہ، چنیسر گوٹھ، کراچی
- سلمان حیدر، نیول کالونی ڈالیاں، کراچی
- سید حیدر عباس، ریلوے کالونی، راجن پور
- رقیہ آرزو، طاہر خان روڈ، کوئٹہ
- عبدالرشید تبسم، غریب محلہ، حاصل پور
- سید ندیم علی، دستگیر سوسائٹی، کراچی
- ارشاد محمد شیخ، لطیف آباد ۱۱ حیدر آباد
- ایم رضوان خان، اورنگی گیارہ ڈی، کراچی
- نازیہ رمضان، کھارادر، کراچی
- حمیرا فلک ناز، دستگیر سوسائٹی، کراچی ۲۸
- بشریٰ گل، کورنگی نمبر ۲، کراچی
- رفعت اللہ، کہکشاں سوسائٹی، ملیر، کراچی
- عابد حسین، ملیر توسیعی کھوکھراپار، کراچی
- نینا گل، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
- عبدالغفار، معیار، مردان
- عمر نواز ماہر، پیپل گلی، بنوں
- صدف، کوئٹہ
- اونیزا اکرم، لاہور
- ہما سعید، الیف ۱/۶۔ اسلام آباد
- محمد ایوب، چوک مصری شاہ، لاہور
- گل شیر علی بنگش، ہاڑہ گیٹ، پشاور صدر
- محمد حنیف عیسیٰ، آرام باغ، کراچی
- عمران شفاق، کول مائن سورینج، کوئٹہ
- رُبینہ حکیم الدین قریشی، پاک گیٹ، ملتان

س، م، دانش ——— اورنگی کراچی۔

بلاشبہ یہ ایک ناقابل فراموش اور اٹل حقیقت ہے کہ رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ رسائل علمی، ادبی، تاریخی معلومات کا خزانہ ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر پرانی چیز کو ردّی کہہ کر ناکارہ اور بے کار قرار دے دیا جائے۔ چاول کھانے والوں سے پرانے چاول کی، پان کھانے والوں سے پرانی چھالیہ کی قدر و قیمت پوچھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح پڑھنے اور نت نئے معلومات کا شوق رکھنے والوں کے دل میں پرانے رسائل کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ جہاں کہیں بھی پرانا رسالہ نظر آئے وہ خرید لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر میں وہ پرانا نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ اگر رسائل پرانے نہ ہوتے تو ردّی کا مال بننے کے بجائے لائبریریوں اور شیلف کی زینت بنتے۔ یہ بات محض زور مخالفت میں کہی گئی ہے۔ شاید وہ اس حقیقت سے واقف نہیں کہ لائبریریوں میں پرانے رسالوں کی فائیلیں جلدوں میں محفوظ ملتی ہیں۔ ایسی مثالیں تو محض ریت کی دیوار ہیں۔ اگر ہزاروں قارئین میں سے چند نا سمجھ قاری اپنا رسالہ پڑھ کر کسی ردّی والے کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں تو اسے اکثریت کا فیصلہ قطعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرا تو تجربہ ہے کہ ردّی فروشوں کے پاس ردّی کے نام پر بکنے والے پرانے رسالے اپنی کبھی اصلی قیمتوں سے کئی گنا زیادہ داموں پر بھی فروخت ہوتے ہیں۔ اور اولڈ از گولڈ یعنی جو جتنا پرانا ہے اتنا ہی قیمتی ہے کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ جو لوگ پرانے رسائل کی قدر و قیمت اور اہمیت جانتے ہیں وہ منہ مانگی قیمت ادا کر کے پرانے رسائل خریدتے ہیں۔ گزشتہ دنوں میں اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ بولٹن مارکیٹ گیا، وہاں سے واپسی میں کھوڑی گارڈن کی طرف سے گزرا تو ایک ردّی فروش کے ٹھیلے پر پرانے رسائل دیکھ کر رک گیا، اس کے پاس بہت سے پرانے رسائل تھے۔ ایک طرف دو جلدیں بھی رکھیں تھیں۔ یہ جلدیں آزادی سے بھی پہلے لاہور سے شائع ہونے والے بچوں کے دو مشہور رسالوں "پھول" اور "پریم" کی جلدیں تھیں، ایک ایک سال کی مکمل جلدوں، کی اپنے دور میں اصل قیمت دو، اور تین روپیہ تھی۔ ردّی فروش ان جلدوں کے دس روپیہ مانگ رہا تھا۔ کسی ساتھی کے پاس اس وقت اتنی رقم نہیں تھی۔ اس لئے یہ خیال کر کے کہ گھر سے پیسے لا کر پھر لے جائیں گے گھر لوٹ آیا، دوسرے دن پیسے لے کر پہنچا تو معلوم ہوا کہ کوئی اور شوقین، قدردان جلدیں خرید کر لے گیا۔

جنابِ والا۔ میں اپنے موقف، "رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے" کی موافقت میں ایک اور دلیل دینا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ ہمارے پیارے ماہنامہ "آنکھ مچولی" کے اب تک چار شمارے شائع ہوئے ہیں۔ اور ستمبر یعنی تین شماروں کی ایک جلد تیار کرلی ہے ... اور اسی طرح آئندہ بھی تین، تین شمارے جلدوں میں محفوظ کرتا رہوں گا۔ بطور مثال آپ چوتھے شمارے کو ہی سامنے رکھ لیں، اس کے صفحہ چھ پر شیخ سعدیؒ کی اچھی بات ہے۔ گو شیخ سعدیؒ آج ہمارے درمیان موجود نہیں مگر اپنی خوبصورت تحریروں کی صورت میں وہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں ... ان کی اچھی بات ہمارے لئے آج بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی کل تھی۔ اور یہ تحریر ہم تک پرانی کتابوں پرانے رسالوں کے ذریعے ہی تو پہنچتی ہے۔ انِ تمام دلائل کی روشنی میں اس قرارداد کی پرزور الفاظ میں تائید کرتا ہوں کہ رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ یہ ہر دور اور ہر زمانے میں علمی، ادبی اور معلوماتی خزانہ ثابت ہوتے ہیں۔ پرانے رسائل تاریخی دستاویز بھی ہوتے ہیں جن سے ہم اپنے دور سے پہلے کے بچّوں کی پسند، ناپسند اور ان کے رجحانات معلوم کرسکتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس تیس، چالیس سال کے پرانے رسالے ہوں تو میں آج بھی انہیں پوری قیمت پر خریدنے کو تیار ہوں۔

موافقت

امینہ یوسف ——— ناظم آباد ۲ کراچی

"رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے" میں اس موقف کی تائید کرتی ہوں رسائل کی پیشانی پر مہینے اور سال کا نام تو محض قانونی خانہ پُری ہے ورنہ رسائل تو علمی تحریروں کا مجموعہ ہیں اور علم کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

میں اس مباحثے کی موافقت میں چند دلائل پیش کرنا چاہتی ہوں، امید ہے اسے پڑھ کر میرے قارئین ساتھی ایوان کی اس رائے کو تسلیم کرلیں گے۔

سب سے پہلے تو ہم یہ جان لیں کہ کسی شے کو پرانا یا نیا کس بنیاد پر کہتے ہیں۔ اگر کوئی شے ہم کافی عرصے سے استعمال کررہے ہوں اور پھر ایک ایسا وقت آجائے کہ وہ شے جدید تقاضوں کے عین مطابق اور ہمارے لئے قابل استعمال نہ رہے تو وہ شے پرانی کہلائے گی۔

لیکن رسائل جو برسوں پہلے کے بھی کیوں نہ ہوں وہ پرانے نہیں کہلا سکتے کیونکہ رسائل کا اندرونی مواد علمی تحریروں پر مبنی ہوتا ہے جو ہر دور کے پڑھنے والوں کے لئے یکساں مفید اور قابل قبول ہوتا ہے۔ مثلاً تاریخی واقعات ہوں، مختلف ایجادات کے بارے میں تحریریں ہوں یا ماضی میں ہونے والے

کھیلوں کے مقابلوں کی روداد ہو۔ ایسی تحریریں جس دور میں بھی لکھی جائیں وہ ویسی ہی لکھی جائیں گی جیسی پہلے لکھی جاتی رہی ہیں۔ کیونکہ یہ واقعات تو سچے واقعات ہوتے ہیں۔ اور سچی تحریریں کبھی پرانی نہیں ہوتیں۔

اگر ہم کہانیوں کو لیں تو پرانے رسائل میں شہزادوں، شہزادیوں، پریوں اور بھوتوں کی کہانیاں زیادہ تحریر کی جاتی تھیں مگر آج کے دور کے رسالوں میں عام انسانوں کے کرداروں کو لے کر کہانیاں تحریر کی جاتی ہیں۔ لیکن اگر ہم اس فرق کو وجہ سے رسائل کو پرانے یا نئے کہہ دیں تو غلط ہوگا۔ کیونکہ کہانیوں کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی سبق آموز ، اور اصلاحی پہلو ہو اگر یہ دونوں باتیں ہمیں اس قسم کی کہانیوں میں مل جاتی ہیں۔ تو ہم رسائل کو پرانے نہیں کہہ سکتے۔ ہر کہانی اپنے اندر انفرادی خصوصیت رکھتی ہے۔

اگر اس رائے کی مخالفت میں کہا جائے کہ رسائل پرانے نہ ہوتے تو ردّی کا مال بننے کے بجائے لائبریریوں اور شیلف کی زینت بنتے۔ تو آپ سے کہنا چاہوں گی کہ رسائل اگر ردّی کے مال میں نظر آتے ہیں تو لائبریریوں اور شیلف میں بھی نظر آتے ہیں۔ موتی اگر کیچڑ میں گر جائے یا اس کی ظاہری چمک دمک میں کمی محسوس کر کے اسے کیچڑ میں ڈال دیا جائے تو موتی کی قدر و منزلت کم نہیں ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت وہی رہے گی جو تاج میں جڑنے کے بعد ہوتی ہے۔ اگر کسی جوہر شناس کی نظر کیچڑ پر گرے موتی پر پڑ جائے تو وہ فوراً وہاں سے اٹھا لے گا۔

اسی طرح رسائل ردّی کے مال میں بھی پڑے ہوں تو علم کی قدر کرنے والے اُسے وہاں سے اٹھا کر اپنے شیلف میں سجا لیتے ہیں۔

ایسے غریب بچے جو ہر ماہ باقاعدگی سے رسائل نہیں خرید سکتے یا افراد جو رسائل پڑھنے کے شوقین ہوتے ہیں لیکن کسی وجہ سے پڑھ نہیں پاتے۔ وہ لوگ راہ چلتے ہوئے ردّی میں سے رسائل اٹھا کر پڑھ لیتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ رسائل پرانے نہیں ہوتے کیونکہ اگر پرانے ہوتے تو پھر کوئی بھی ردّی کے مال سے رسائل کو ہاتھ نہ لگاتا۔

اگر ہم صرف اس وجہ سے رسائل کو پرانا کہہ دیں کہ اس کے صفحے پھٹے ہوئے یا ظاہری حالت خستہ ہو تو پھر یہ خصوصیت تازہ شمارے کی بھی ہو سکتی ہے۔ آخر میں ایوان کی اس رائے کی بھرپور تائید کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گی کہ رسائل خواہ کسی بھی صدی کے ہوں کسی بھی سال کے ہوں، کسی بھی ماہ کے ہوں، ہمیں علم جیسی دولت سے نوازتا ہے جو دین و دنیا دونوں میں ہمارے لئے نفع بخش ہے تو

آخر یہ رسائل کیونکر پرانے ہو سکتے ہیں۔

مخالفت

سیف الاسلام ——— کورنگی نمبر ۲½ ۵ کراچی

میری رائے یہ ہے کہ رسائل نہ صرف پرانے ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ رسائل اپنی افادیت اور قیمت بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرانے رسائل ردّی کا مال بنتے ہیں اور ٹکے بھاؤ بکتے ہیں۔ اور پھر پنساری حضرات انہی پرانے رسائل کے اوراق میں پڑیاں باندھ باندھ کر اپنی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔

ایک دکاندار کا کہنا ہے "میں تو پرانے رسائل کا بڑا شکر گزار ہوں، اگر یہ رسائل پرانے نہ ہوتے تو مجھے پڑیاں بنانے کے لئے بازار سے نیا کاغذ لانا پڑتا جو کہ ظاہر ہے مہنگا ملتا اور جس کے نتیجہ میں آپ کو سامان مزید مہنگا خریدنا پڑتا۔"

رسائل کے پرانے ہونے کا اقرار تو خود رسائل نکالنے والے ادارے بھی کرتے ہیں۔ جب ہی تو یہ ہر نئے آنے والے شمارے کو "نیا شمارہ" کہتے ہیں۔ گویا اس سے پہلے کا شمارہ پرانا ہو گیا یہ ایک، حقیقت ہے ہمیں اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ رسائل پرانے ہو جاتے ہیں۔ اور پرانے ہونے کی وجہ سے ہی بے قیمت بھی ہو جاتے ہیں۔ کراچی میں تو میں نے خود یہ دیکھا ہے کہ سینکڑوں ٹھیلے والے دس، بارہ روپے والا رسالہ دو اور تین روپے کی آواز لگا کر بیچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرانے رسائل کی طرف سوائے پنساری کے کوئی توجہ نہیں دیتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسائل پرانے کیوں ہو جاتے ہیں؟۔ رسائل کے پرانے ہو جانے کی بہت سی وجوہات ہیں ایک وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جو شخص بھی رسالہ خریدتا ہے، اپنے ذوق کی تسکین اور ذہنی تفریح کے لئے لیتا ہے۔ چنانچہ نئے رسائل ان مقاصد کو حاصل کر لینے کے بعد رسائل پرانے بلکہ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اور ہم اس کو اپنی الماری کے شیلف میں رکھنے کے بجائے ردّی والے کے حوالے کر دیتے ہیں۔ رسائل کے پرانے ہو جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں وہ علمی اور مفید و کارآمد باتیں بہت کم ہوتی ہیں جو کہ کسی تصنیف کو نیا اور ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ "رسائل پرانے ہو جاتے ہیں"۔

# فریبِ نظر

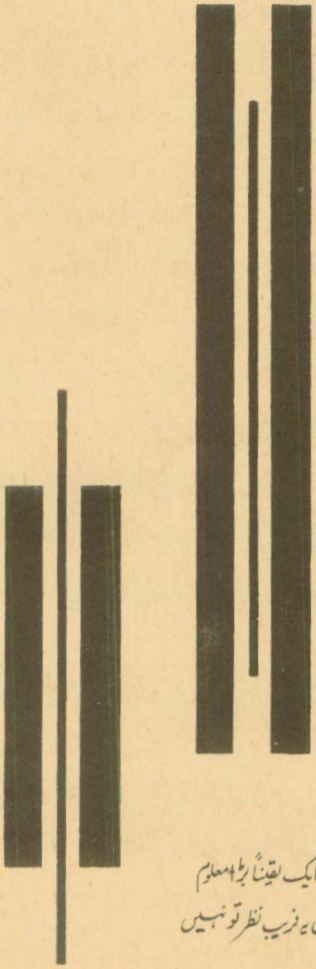

دو پتلے خطوط میں سے کوئی ایک یقیناً بڑا معلوم ہو رہا ہوگا۔ غور سے دیکھیے۔ کہیں یہ فریبِ نظر تو نہیں

Langnese
شہد کی مکھیوں کا
تیس سے ساٹھ ہزار شہد کی
مکھیوں کی انتھک کوشش ہیں
خالص اور غذائیت سے بھرپور
شہد کے صرف چند قطرے شفا
کی صورت میں دستیاب کرتی ہیں
اور وہ اپنی کوشش کے اس ثمر
کو لینگنیز کہلانا
پسند کرتی ہیں۔
500g
Langnese
Bee Honey
100% Pure
Selected Quality

The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
—Ahmed Tomato Ketchup.

سید عبدالودود شاہ

# نیکی ہو تو ایسی

گھر کے قریب اسکول ہونے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ صبح صبح اٹھ کر اسکول کی طرف نہیں بھاگنا پڑتا۔ اور نہ ہی بس کے دھکّے ہوتے ہیں۔ نہ دھوپ میں چلنا پڑتا ہے۔ یعنی گھر اور اسکول کی قربت میں کافی سے زیادہ فائدے ہیں۔ اسی لئے مجھ سے صبح صبح بستر سے نکلنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو بیچاری امّی آج تک حل نہیں کر سکی ہیں۔

آج بھی موسم کچھ زیادہ ہی سرد تھا، کل رات سے خوب برفیلی ہوائیں چل رہی تھیں۔ سب لوگ شام سے ہی لحافوں کمبلوں میں گھسے، دروازے بند کئے سکڑے سکڑے بیٹھے تھے، میں نے بھی

حسبِ معمول دس بجے ہی بستر میں گھس کر آنکھیں بند کرلیں، خدا جانے رات کا کون سا لمحہ تھا۔ جب میری آنکھ کھلی، بارش زور و شور سے ہو رہی تھی، مارے خوف کے جسم کانپ کر رہ گیا۔ ایک تو سردی اور اوپر سے دھواں دھار بارش، اُف کتنی سردی ہو جائے گی۔

میں نے اپنے گرد گرم کمبل کو اچھی طرح لپیٹا اور دوبارہ آنکھیں بند کرلیں، اب صبح اسکول جانے کا تو سوال ہی نہیں رہ گیا تھا، اتنی سردی اور پھر اس دھاروں دھار بارش میں کون احمق اسکول آئے گا۔ گنتی کے چند بچے آئیں گے پھر سب کو چھٹی دینا پڑے گی۔ اور نزلہ زکام مفت میں لگ جائیگا۔ نہ بابا نہ — ہم نہیں جاتے اسکول۔ میں نے سونے کی کوشش کی پھر نہ جانے کس وقت آنکھ دوبارہ لگ گئی۔

صبح آنکھ کھلی تو بارش برس کر تھم چکی تھی اور ہر طرف چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی — میں نے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا۔ میرا خیال صحیح نکلا باہر گلی میں اتنا پانی جمع ہو چکا تھا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ ایک دو آدمی پائنچے چڑھائے۔ کانپتے کپکپاتے چبوتروں سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے، سرد ہوا فراٹے بھرتی داخل ہوئی میں نے کھڑکی بند کرنے کے لئے بے اختیار ہاتھ بڑھایا۔

"آلو، مٹر، گوبھی، —!"

کانپتی ہوئی ایک بوڑھی سی آواز گلی میں گونجی تو میرا کھڑکی کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ بے اختیار تھم گیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا — ٹوٹا پھوٹا سا ٹھیلا دھکیلتا ہوا۔ سفید الجھی ہوئی داڑھی، کانپتے ہوئے کمزور سے جسم والا وہ بوڑھا میرے سامنے آگیا۔

"آلو، مٹر، گوبھی، !

اس نے پھر آواز لگائی — مگر اس کی آواز بھی ٹھٹھر کر رہ گئی۔ میری نظریں گھومتی ہوئی اس کے جسم پر جا ٹکیں — مجھے گرم کمبل اور بند کمرے میں بھی لرزہ چڑھ گیا۔ اس نے معمولی سا پھٹا پرانا سوئیٹر پہن رکھا تھا، جو اس سردی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بے اختیار میرا جی چاہا کہ اسے کچھ کہوں۔

"بابا — آپ نے کوئی کمبل نہیں اوڑھا ہے؟ میں نے بے اختیار پوچھا۔

"جی — بیٹے — یہ سوئیٹر تو پہن رکھا ہے۔"

"اچھا —" ؟ میرے منہ سے اور کچھ نہ نکل سکا۔ اس نے شفقت سے مجھے دیکھا۔

"آلو، مٹر، گوبھی،" ! آواز لگاتا وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

اور میں نہ جانے کیا کیا سوچتا رہ گیا۔

اگلے روز میں اسکول جانے لگا تو امّی نے مجھے سوئیٹر پہنانے کے بعد مفلر بھی باندھ دیا کیونکہ سردی آج بھی خاصی تھی ـــــ میں جب کلاس میں پہنچا تو جنید سے ملاقات ہوئی، جنید ایک غریب مگر خوددار لڑکا تھا۔ جو صبح سے دوپہر تک اسکول میں رہنے کے بعد دوپہر سے شام گئے تک اپنے ابّا کے ٹھیلے پر بیٹھتا اور فروٹ بیچا کرتا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد جنید اپنا ہوم ورک کرتا یا دیگر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا۔۔۔

مگر یہ کیا۔۔۔۔؟ میں نے جنید سے پوچھا۔۔۔ آج تو سردی بھی کافی ہے۔

اور تم نے سوئیٹر وغیرہ کچھ نہیں پہنا؟

ہاں! دراصل آج اسکول آتے ہوئے دیر ہوگئی تھی، اس لئے عجلت میں سوئیٹر نہ پہن سکا۔ جنید نے جواب دیا۔۔۔۔ جنید کے جواب سے میں مطمئن نہیں ہو سکا۔۔۔ ویسے بھی یہ بات کرتے ہوئے جنید کے چہرے پر وہ اعتماد نہیں تھا جو عموماً اُس کے چہرے سے جھلکتا تھا تب اچانک مجھے وہ سبزی والا بوڑھا یاد آگیا جس نے سفید اور نیلی دھاریوں والا ایک پھٹا پرانا سوئیٹر پہن رکھا تھا۔۔۔ مجھے یاد آگیا کہ وہ سوئیٹر تو جنید کا تھا کیونکہ جنید ہمیشہ یہی ایک سوئیٹر پہن کر اسکول آیا کرتا تھا۔۔۔۔

تو کیا وہ سوئیٹر تم نے سبزی والے بوڑھے کو دے دیا؟

تمھیں کس نے بتایا۔۔۔؟ جنید نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے خود دیکھا ہے، تم سچ کہو تم ہی نے دیا تھا وہ سوئیٹر؟ میں نے بڑے تجسّس سے پوچھا،

ہاں، جنید نے کہا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم تو شاید بغیر سوئیٹر کے بھی گزار لیں۔ مگر وہ بوڑھا سبزی والا سخت سردی میں بغیر کسی کوٹ سوئیٹر کے مجھ سے دیکھا نہ گیا۔۔۔ اور میں تو اُسے ذاتی طور پر جانتا ہوں، اُس کی تو آمدنی بھی اس قدر نہیں ہوتی کہ وہ تین وقت کا کھانا ٹھیک طرح سے کھا سکے تم خود ہی بتاؤ اُسے سوئیٹر یا کوئی گرم کپڑا کون لے کر دے گا؟ مجھے تو شاید ابّو لنڈا بازار سے کوئی سستا سا سوئیٹر پھر لا دیں مگر وہ بوڑھا۔۔۔۔۔

جنید بولے جا رہا| میری آنکھیں آنسوؤں سے نم ہوتی چلی گئیں۔۔ مجھے جنید پر رشک آرہا تھا، مجھے اُس وقت جنید کا وہ دھاریوں والا پھٹا پرانا سوئیٹر بھی اتنا قیمتی معلوم ہوا کہ جس کے سامنے کئی شاہی خزانے بھی کم تر اور ہیچ ہوں اور خود جنید مجھے بہت بڑا انسان دکھائی دینے لگا۔

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

# الہ دین بیٹری سیل

زیادہ قوت ۔ زیادہ دیرپا

مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پُروف

086.MIL 5

PARAGON

# ذہانت کسی کی میراث نہیں

انور سعد

والدین کے لئے یہ خبر انتہائی افسوسناک تھی کہ اس کے بیٹے کو اس بنا پر اسکول سے نکال دیا گیا کہ وہ کلاس کا سب سے زیادہ کند ذہن لڑکا ہے اور اس کا تعلیمی ریکارڈ انتہائی خراب ہے۔ لڑکے کو اس اسکول سے برخاست کرتے ہوئے یہ نوٹ بھی لکھ کر دیا گیا کہ "کلاس میں تمہاری موجودگی اس کلاس کے لئے نقصان دہ ہے، دوسرے طلبا پر اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ برسوں بعد اس لڑکے نے اپنی معلومات کا جائزہ لیا۔ "میرے ذہن کو اتنی ترقی نہ مل سکی کہ مجھے وقت اور مقام TIME & SPACE سے متعلق زیادہ معلومات ہو سکے۔ لیکن۔ لیکن میں اب بچہ نہیں ہوں۔ بڑا ہو گیا ہوں۔ اس لئے میں اس مسئلہ پر گہرائی سے سوچ سکتا ہوں"۔ چنانچہ اسکول کے ٹھیک گیارہ سال بعد البرٹ آئنسٹائن نے اپنی فکر کے نچوڑ کو نظریہ اضافت THEORY OF RELATIVITY کے عنوان سے شائع کرایا۔ تو دنیا کو معلوم ہوا کہ کائنات کے بارے میں تو اب تک کی تمام معلومات انتہائی بودی تھیں۔ آئنسٹائن نے کمال کر دیا۔ اس نے کائنات کے علم کا ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ سوچ کا زاویہ ہی بدل دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس صدی کا سب سے ذہین شخص تھا۔

ایک اور بچے کی کہانی سنیئے۔ اس کا دل اسکول میں نہ لگا۔ تو اسکول ہی چھوڑ دیا۔ ہائی اسکول بھی نہ کر سکا۔ لیکن برسہا برس کی ذاتی محنت اور لگن سے اس نے شاعری کا آغاز کیا۔ اس کا مجموعہ کلام "گیتانجلی" جب شائع ہوا تو اسے اتنی خوبصورت شاعری تصور کیا گیا کہ نوبل انعام دینا ضروری ہو گیا۔ بھارت کے اس عظیم شاعر کا نام رابندر ناتھ ٹیگور تھا۔

اسی طرح آپ حال و ماضی کی بے شمار ایسی شخصیات دیکھیں گے جن میں کوئی تو اسکول ہی نہ گیا، کسی کو لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ کسی کو بولنے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ کوئی دو جملے ادا نہ کر سکتا تھا۔ لیکن یوں بھی ہوا کہ کسی نے بغیر کسی استاد کے نام پیدا کیا۔ اور وہ بڑے بڑے کام کئے کہ عقل آج بھی محو حیرت ہے۔ مجھے اس وقت پولینڈ کے مشہور مزدور رہنما لیخ ویسا کا نام یاد آرہا ہے۔ جو پولینڈ میں کمیونزم کے لئے سب سے بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ کہنے کو تو وہ مزدوروں کا لیڈر کہلایا۔ لیکن چونکہ کمیونسٹ نظام میں حکمراں طبقہ کے علاوہ سارے مزدور ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ دراصل پورے عوام کا لیڈر ہے۔ عوام اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ لیخ ویسا کو نہ ایک حرف پڑھنا آتا ہے اور نہ لکھنا۔ اٹلی کی ایک ہشیار صحافی نے جب لیخ ویسا سے یہ سوال کیا کہ آپ بتائیں ایک لیڈر کی ذمہ داری اور فرائض کیا ہیں؟ لیخ ویسا نے جواب دیا "وہی جو جانوروں کے ریوڑ میں ایک چرواہے کے ہوتے ہیں۔ جب ریوڑ چلتا ہے تو ذرا سی گھاس پھونس دیکھ کر اپنا منہ لگا دیتا ہے لیکن چرواہا اسے ہانک ہانک کر اسے اس سرسبز و شاداب باغ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جہاں اسے اچھا اور صحت بخش چارہ مل سکے۔ اگر چرواہا ہانک نہ لگائے تو ریوڑ کبھی اس خوبصورت چراگاہ تک نہیں پہنچ سکتا" اب آپ خود ہی بتائیں کہ اتنے معنی خیز جملے استعمال کرنے والے شخص کو جاہل کہا جا سکتا ہے؟ یقیناً وہ ایک ذہین شخص ہے۔

آپ میں سے بے شمار ایسے ہوں گے جنہیں اسکول میں سخت محنت کے باوجود کوئی کامیابی نہ مل سکی ہوگی۔ ہو سکتا ہے اسکول سے بھی نکال دیئے گئے ہوں۔ اگر اسکول پاس کر لیا ہو تو شاید کالجوں میں نمبر کم ہونے یا محدود سیٹوں کی وجہ سے داخلہ نہ ملا ہو۔ آپ میں سے بے شمار ایسے ہوں گے جو مصنف ادیب ..... اور بہت کچھ بننا چاہتے ہوں گے لیکن ممکن ہے محنت کے باوجود اب تک کوئی کامیابی نہ ملی ہو۔ آپ میں سے بے شمار ایسے ہوں گے جو اچھی تقریر کرنیکے خواہشمند ہوں گے۔ لیکن برسوں کی محنت کے باوجود دو جملے بھی ٹھیک طور سے ادا کرنے مشکل ہو رہے ہوں گے۔ ایسے تمام لوگ بہت جلد مایوسی کا شکار ہو کر یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ذرا بڑے ہوتے ہی بس روٹی، کپڑا، مکان کے چکر میں اپنے گھر والوں کے شریک کار ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے نزدیک اس سے بڑا کوئی مقصد ہی نہیں رہ جاتا۔ ایسے تمام لوگوں سے ہمارا مشفقانہ مشورہ یہی ہے کہ سنجیدگی سے ایک بار پھر اپنی شخصیت کا جائزہ لیں۔

ایک بات یاد رکھیں ہمارے یہاں ذہانت کو جانچنے اور پرکھنے کا رائج پیمانہ صحیح نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہم کسی طالب علم سے سائنس، ملک، جغرافیہ، شخصیت یا کسی واقعہ سے متعلق سوالات کرتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ حاصل شدہ نمبر کی بنیاد پر فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ فلاں طالب علم کتنا ذہین ہے۔ امتحانات میں یہی طریقے رائج ہیں۔ ذہانت معلوم کرنے کا یہ طریقہ خواہ کتنا ہی بہتر ہو۔ اس سے صرف ۳۵ یا ۴۰ فیصد طلباء کی ہی ذہانت کا علم ہوتا ہے۔ باقی طلباء کے ذہانت کا اندازہ اس طریقۂ امتحانات سے معلوم ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ذہانت تو دراصل بہت ہی وسیع تر اور مختلف النوع قسم کی صلاحیتوں کا نام ہے۔ ذہین وہ شخص بھی ہے جو کسی ایک ہنر میں مہارت حاصل کر لیتا ہے۔

ذہین وہ شخص بھی ہے جو مشاہدہ کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے۔ ذہین وہ بھی ہے جو مختلف علوم و فنون میں نئی نئی ایجادیں اور تخلیقی جہت پیدا کرتا ہے۔

عین ممکن ہے کہ آپ کسی مضمون میں انتہائی ڈل ہوں لیکن دوسرے مضمون میں آپ بلا کی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوں۔ آپ کا ذہن چونکہ کسی خاص مضمون کی جانب ہی لگا رہتا ہے اس لئے دوسرے مضامین پر توجہ کم ہو جاتی ہے۔ آپ کی دلچسپی کا دائرہ سمٹنے کی وجہ سے آپ کا ذہن ایک جانب مرتکز ہو گیا ہے۔ بعض بچوں کے ذہن کا ارتقاء بڑی سست رفتاری سے ہوتا ہے لیکن بڑے ہو کر وہ بھی بہت ذہین ثابت ہوتے ہیں۔ آئنسٹائن بھی اسے ہی بچوں میں سے تھا۔

اگر آپ نے ہی خود کو کند ذہن سمجھ لیا ہے اور اسی طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو گھر والے بھی آپ کو اُلّو، احمق، گدھا، پاجی اور نہ جانے کیا کیا ناموں سے یاد کریں گے۔ ہم آپ کو ازراہ ہمدردی بتائے دیتے ہیں کہ آپ میں سے ہر بچہ بلا کا ذہین ہے اور اگر نہیں ہے تو ابھی بن سکتا ہے۔ پہلے چند سوالات کا جواب دیں پھر ہم آپ کو ذہین بننے کے طریقے بتائیں گے۔

- جب آپ کسی کو کوئی بات سمجھاتے ہیں تو کون سا طریقہ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ تصویروں کے ذریعہ سے؟ الفاظ کا استعمال کر کے؟ یا اشاروں اور جسم کو حرکت دے کر مختلف ایکشن سے؟
- آپ جب کسی نئی جگہ اور نئے ماحول میں جاتے ہیں تو آپ کو وہاں کی ساری باتیں اور اشیاء کے نام یاد رہ جاتے ہیں؟ یا محض اعداد و شمار سے متعلق باتیں؟۔
- خالی اوقات میں آپ پزلس PUZZLES حل کرنا چاہتے ہیں؟ یا کہانی کا کوئی آئیڈیا سوچتے ہیں؟
- چیزوں یا الفاظ کے درمیان باہمی تعلق (ربط) کو آپ جلد سمجھ جاتے ہیں؟ یا کسی تصویر کو دیکھ

کراس کی جزئیات تک یاد رہ جاتی ہے ؟

○ آپ کو ایک وقت میں دو کام دیئے جائیں۔ یا دو چیزوں میں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو تو فیصلہ پر جلد پہنچ جاتے ہیں ؟ یا صبر سے بیٹھتے ہیں اور سنجیدگی سے غور کرتے ہیں ؟

مندرجہ بالا باتوں میں ہو سکتا ہے کہ کئی باتیں آپ میں جمع ہوں اور آپ ذہین ، ذہین ، ذہین ، ذہین ہوں۔ مثال کے طور پر اگر آپ اعداد و شمار اور پزلس PUZZLES کو حل کرنے میں بڑی دلچسپی دکھاتے ہوں۔ کائنات پر ایسی نگاہ ڈالتے ہوں جیسے کہ پوری دنیا اعداد و شمار کے دھاگوں میں لپٹی ہو تو آپ فزکس کے ماہر PHYSICIST بن سکتے ہیں۔ اگر آپ فوراً دوستی کر کے تعلقات بنا لینے کا گر جانتے ہیں، عملی کاموں میں بے پناہ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور فوری فیصلہ کر کے راہ نکالنا جانتے ہوں۔ تو آپ میں ایک ماہر سیاستدان اور سماجی لیڈر بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ اسی طرح مصنف، محقق، مقرر، صحافی اور آرٹسٹ بننے کے لئے مختلف قسم کی صلاحیت اور مختلف قسم کی ذہانت درکار ہے۔

تو جناب ! آپ کے لئے کرنے کا کام صرف اتنا ہے کہ

○ اپنی دلچسپی کے مضمون پر خصوصی توجہ دے کر اس میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور باقی مضمون کو بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھائیں۔

○ سوچنے کا انداز مثبت اختیار کریں۔ مسائل سے کبھی نہ گھبرائیں بلکہ اسے ایک چیلنج سمجھ کر مقابلہ کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی دنیا تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔

○ کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تدریجی پہلو اختیار کریں۔ یعنی ہر مسئلہ یا سوال کے اصل جڑ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور پھر آہستہ آہستہ اس کی شاخوں تک پہنچیں۔ ذہنی سوالات میں بعض طلباء فوراً تکا لگا کر جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے مثال کے طور پر سائنس کے طلباء سے کوئی فارمولا دریافت کیا جاتا ہے تو وہ فوراً رٹا ہوا فارمولا لکھ دیتا ہے۔ فارمولہ کو زبانی یاد رکھنا بہت ضروری ہے لیکن اس کی تھیوری کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ اگر آپ کو تھیوری نہیں معلوم تو فارمولہ بھول جانے کی صورت میں آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ دوسری صورت میں اگر تھیوری آپ کو معلوم ہے تو فارمولہ فوراً DERIVE کر لیں گے۔

○ پڑھنے کا صحیح طریقہ اختیار کریں۔ الفاظ کا ایک دوسرے سے تعلق۔ ایک لفظ سے کتنے الفاظ

بن سکتے ہیں ؟ اس کا استعمال کیسے اور کہاں کہاں ہو سکتا ہے ؟ جو لفظ سمجھ میں نہیں آرہا ہو اس پر خصوصی توجہ دیں۔ ہر نیا لفظ آپ کی دماغی لغت اور معلومات میں اضافہ کا ذریعہ ہوگا۔ الفاظ کے صرف معنی ہی نہیں بلکہ اس کے پس منظر اور الفاظ سے متعلق بہت سی اور باتیں آپ سوچیں۔ آپ کی ذہنی گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔

برے لوگوں کی زندگی میں ایک بات عام پائیں گے وہ یہ کہ وہ گھسے پٹے خیالات اور مثالوں سے کام نہیں چلاتے تھے بلکہ وہ ایک اور بہتر خیال کو ترقی دیتے تھے، اس میں ساری زندگی لگاتے تھے۔ نقلچی لوگ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔

ریاضی، سائنس، فلسفہ، منطق، شاعری، یہ سب ایسے مضامین ہیں جو بہت زیادہ کب ؟ کیا ؟ کیوں ؟ کون ؟ کہاں ؟ اور کیسے ؟ کا جواب طلب کرتے ہیں۔ آپ اپنی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کا صحیح صحیح اندازہ لگا کر اپنا مستقبل متعین کریں اور ذہانت میں اضافہ کرتے جائیں۔


**خبردار — تمباکو نوشی صحت کے لئے مُضر ہے**

**وزارتِ صحت — حکومتِ پاکستان**

یہ اشتہار صرف سگریٹ پینے والوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ سگریٹ نہ پینے والوں کے لئے بھی پیشگی ہدایت ہے کہ وہ اس خطرے سے دور رہیں جس کا انجام بیماری اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں — یاد رکھئے سگریٹ کا دھواں بھی سگریٹ نوشی کی طرح مُضر ہے۔

**اپنی صحت کا خیال رکھئے**

**سگریٹ نوشی سے خود بچئے — دوسروں کو بچائیے**

ماہنامہ آنکھ مچولی سگریٹ کے اشتہار شائع نہیں کرتا مشتہرین زحمت نہ کریں۔ (ادارہ)

# مصنوعات کی دُنیا میں
# ایسی کوئی مثال یا ریکارڈ ہو تو بتایئے؟

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجئے۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید و مؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچہ بچہ واقف ہے۔ تو کیا خریدتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

## "مجھے اچھا ٹوتھ پاؤڈر چاہیئے"

غور کیجئے! ہمیں آپ کے انتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ و پسندیدہ "ٹوتھ پاؤڈر" کا نام "کمپنی کا نام" یہاں تک کہ "مونوگرام" ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فِنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کر لیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اگر آپ جعلی و نقلی کی شکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کاروائی کر سکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER
P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

# فیصلہ

## شیخ سعدی کی زندگی کا اہم واقعہ

آپ نے ایران کے مشہور عالم شیخ سعدیؒ کی حکایتیں ضرور پڑھی ہوں گی۔ ماہنامہ آنکھ مچولی میں بھی ان کی پر نصیحت حکایتیں "اچھی بات" کے عنوان سے آپ کے مطالعے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔

شیخ سعدی کا انتقال ۱۲۹۱ء میں ہوا تھا۔ ہجری کیلنڈر کے حساب سے ان کا ماہِ وفات ربیع الثانی تھا .... یہاں ہم ربیع الثانی کی مناسبت سے شیخ سعدی کا ایک واقعہ آپ کے پڑھنے کے لئے شائع کر رہے ہیں جو ان کی علمی برتری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گرمی کے شباب کے اُس دور میں جب سر سے پیر تک پسینہ بہتا رہتا ہے لُو کی شدّت دھوپ ناقابلِ برداشت بن جاتی ہے۔ گرمی کی ایک ایسی ہی دوپہر کو تہران کے ایک گوشے میں قاضی شہر مسندِ عدالت پر بیٹھا تھا۔ فریقین مقدمہ اور ان کے وکیل اپنی اپنی جگہ موجود تھے اور عدالت کا کمرہ شان و شوکت اور آرام و راحت کا گہوارہ نظر آرہا تھا۔ دروازے کے قریب دونوں طرف بنچیں پڑی ہوئی تھیں جن پر چند معزز شہری بیٹھے ہوئے تھے۔

گرمی کی شدت سے پریشان ہو کر بعض لوگ درختوں اور دیواروں کے سایے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خستہ حال اور بوسیدہ لباس شخص جس کی شکل ہی سے اس کی غربت و افلاس کا اندازہ ہو سکتا تھا، اس طرف سے گزرا اور جب اُس نے عدالت کے کمرے کی طرف نظر کی تو شاید اسے ایسا محسوس ہوا کہ یہ کمرہ گرمی کی اس شدت میں ایک جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ بے تکلفی کے ساتھ عدالت کے کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لئے دروازے کے قریب ہی بنچ پر بیٹھ گیا۔

ابھی اس شخص کو یہاں بیٹھے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ قاضی شہر کی نظر اس گوشے پر پڑی اور اس نے بنچ پر ایک مفلوک الحال شخص کو بیٹھا ہوا دیکھ کر پیشکار کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس نے ایک خادم کو بھیج کر اس شخص کو عدالت کے کمرے سے باہر نکلوا دیا۔ لیکن خادموں

نے اسے کمرے سے نکال دینے پر اکتفا ہی نہیں بلکہ اُسے اس کی جرات پر ملامت کرتے ہوئے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ جگہ تم جیسے لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ معززاور اہل علم لوگوں کے بیٹھنے کے لئے ہے۔ تمہیں یہاں بیٹھنے کی جرات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ ہر شخص کرسی پر بیٹھنے کا اہل نہیں ہوتا۔ اب یا تو تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیئے ورنہ ایک طرف کھڑے ہو جانا چاہیئے، یا زمین پر بیٹھ جانا چاہیئے۔"

یہ شخص خادم کی باتوں کو اطمینان کے ساتھ سنتا رہا اور جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو کمرے میں آکر ایک گوشے میں زمین پر بیٹھ گیا۔

قاضی شہر ایک مقدمہ سننے میں مصروف تھا اور یہ شخص اپنی جگہ بیٹھا ہوا تمام کاروائی کو توجہ اور دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ فریقین مقدمہ کے وکیل اپنے اپنے فریق کی صداقت کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے اور قاضی شہر کبھی کبھی کوئی سوال دریافت کر کے ان کے بیانات کی وضاحت کراتا جا رہا تھا لیکن اس تمام کاروائی کو دیکھ کر مفلس شخص کے چہرے پر غصہ اور تعجب کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔

فریقین مقدمہ کے بیانات، گواہوں کی شہادتوں اور وکلاء کی بحث کے بعد قاضی شہر اپنا فیصلہ سنانے ہی والا تھا کہ اس شخص نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر قاضی شہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جناب یہ اسلامی عدالت ہے۔ اس عدالت میں خلیفۂ وقت کو بھی عام لوگوں کے مقابلے میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کیا آپ مجھے اس مقدمے کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں گے؟"

قاضی شہر اور حاضرین نے اس شخص کی طرف دیکھا، لیکن اس کے فلاکت زدہ ہونے کے باوجود اس کی جرات اور شائستگی نے انہیں مرعوب کر دیا، اس لئے قاضی شہر نے کہا۔

"کیا آپ کو اس مقدمہ کے متعلق کوئی ضروری بات معلوم ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ اسے بلا تکلف بیان کر سکتے ہیں۔"

مجھے اس مقدمہ کے سلسلے میں کوئی ضروری بات معلوم نہیں ہے۔" اس شخص نے جواب دیا میں تو صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نہ تو فریقین کے وکلاء آپ کو مقدمہ کی حقیقت سمجھا سکے ہیں اور نہ خود ہی سمجھ سکے ہیں اس لئے آپ کا فیصلہ بھی صحیح نہ ہو گا۔

اس شخص کی اس گفتگو سے کمرۂ عدالت میں سناٹا چھا گیا اور ہر شخص حیرت کے ساتھ

ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا۔ چند لمحے کے بعد قاضی شہر نے اس شخص سے کہا:

"میں اپنی رائے کی درستگی پر اصرار نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اس مقدمہ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ غلط بھی ہو سکتی ہے لیکن جب تک معقول دلائل کی روشنی میں میری رائے غلط ثابت نہ ہو جائے میں اس غلطی کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ہاں! اگر آپ اس مقدمہ کا فیصلہ کرنا چاہیں تو میں آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

قاضی شہر کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد اس شخص نے سب سے پہلے مدعی کا دعویٰ دہرایا۔ پھر مدعا علیہ کے بیان کا اعادہ کیا اور وہ نکات متعین کیے۔ جن پر بحث کی جانی چاہیے تھی اور جن سے مقدمہ کی حقیقت واضح ہو سکتی تھی پھر اس نے گواہوں کے بیانات کا جائزہ لیا اور سب کے بعد ان تمام باتوں کی بنیاد پر بحث کر کے مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔

اس شخص نے مقدمہ کا جو فیصلہ کیا تھا وہ اسقدر معقول، مدلّل اور واضح تھا کہ ہارا ہوا فریق بھی اس سے انکار نہ کر سکا اور جب خود شکست کھانے والے فریق نے اس فیصلے کی تصدیق کر دی تو عدالت کا کمرہ اس شخص کے لئے تعریفی کلمات سے گونج اُٹھا۔

یہ حال دیکھ کر قاضی شہر اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنا عمامہ سر سے اُتار کر اس شخص کے سر پر رکھنے کے لئے اس کی طرف بڑھا لیکن اس شخص نے قاضی شہر کی اس پیش کش کو شکریہ کے ساتھ نامنظور کرتے ہوئے کہا:

"جناب! یہ آپ ہی کے لئے موزوں ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میں کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ آپ سن لیں، وہ باتیں یہ ہیں کہ بلندی پر بیٹھنا بڑے ہونے کی دلیل نہیں ہے زحل ستارہ سب سے زیادہ بلند ہے۔ لیکن عام عقیدے کے مطابق یہی ستارہ سب سے منحوس بھی ہے۔ عزت کا حقیقی انحصار علم و عمل اور عقل و دانش پر ہے۔ اس لئے بلند مقام پر بیٹھ کر مغلوک الحال لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔"

قاضی شہر کی عدالت میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں تہران کے ہر باشندہ کی زبان پر اسی واقعے کا تذکرہ تھا اور اس شخص کے نام اور پتہ سے بے خبر ہونے کے باوجود ہر شخص کہہ رہا تھا۔

"اس جرأت، بے باکی اور حق گوئی کا مظاہرہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس دور میں اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔"

# پہیلی

پروفیسر عنایت علی خاں

جو پوچھو سو بتلاتی ہوں
جو بات سمجھنا چاہو تم
میں پاس تمہارے رہتی ہوں
اب غور سے سننا تم بچو
میں کالا پانی پیتی ہوں
نالائق مجھ سے نالاں ہیں
ہر سال تمہارے بستے میں
میں دنیا میں کام آتی ہوں
تم ایک الف کو کم کر دو
اور "چہ" کا لفظ بڑھانے سے
گر بیچ سے دو ٹکڑے کر دو
تم سر میرا گر کٹوا دو
دیکھو دُم مت کٹوا دینا
جب بستے میں رکھ دیتے ہو
اور ہاتھ تمہارے تھکتے ہیں
تم اب جان گئے ہو گے
تو "بانک" کو الٹا کر لو

دُنیا کی سیر کراتی ہوں
میں چپ منہ سے سمجھاتی ہوں
اور تم کو پاس کراتی ہوں
میں اتا پتا بتلاتی ہوں
اور علم کی پیاس بجھاتی ہوں
میں ہشیاروں کی ساتھی ہوں
میں روپ بدل کر آتی ہوں
اور جنت بھی دلواتی ہوں
میں گنتی میں بڑھ جاتی ہوں
میں اور چھوٹی ہو جاتی ہوں
میں پھر بھی آپ دکھاتی ہوں
میں تاب دکھا کے جاتی ہوں
میں کتا بھی بن جاتی ہوں
تنہائی سے گھبراتی ہوں
تو کندھے پر چڑھ جاتی ہوں
میں کون ہوں کیا کہلاتی ہوں
میں اپنا نام بتاتی ہوں

# ہمارے دانت

سیدہ نگہت سیما

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کو کتنا خوبصورت بنایا ہے۔ اور کن کن نعمتوں سے نوازا ہے۔ خون کی گردش کو قائم رکھنے کے لئے دل دیا۔ دماغ دیا، ہاتھ پکڑنے کے لئے، آنکھیں دیکھنے کے لئے اور کان سننے کے لئے۔ چمکیلے خوبصورت دانت دیئے، جس سے ہم کھانا چبا کر کھاتے ہیں۔ کھانے میں کتنا مزہ آتا ہے۔ دانت سے چہرہ بھی خوبصورت لگتا ہے۔ شروع میں بچوں کے سارے دانت گر جاتے ہیں جو دودھ کے دانت کہلاتے ہیں۔ لیکن جلد ہی دوسرے نکل آتے ہیں جو بڑھاپے تک ساتھ دیتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کے دانت پیلے ہوتے ہیں، دور سے دیکھنے میں ہی غلیظ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے قریب جا کر ان کی باتیں سنو تو ایسی بدبو ہوتی ہے کہ بیٹھنا نہ جائے۔ یہ لوگ دانت پابندی سے صاف نہیں کرتے روزانہ مسواک نہیں کرتے۔ ان کی اس بداحتیاطی کی وجہ سے جوانی ہی میں پوپلے ہونے لگتے ہیں۔ ان کے دانت میں تکلیف ہو جاتی ہے جس سے دانت نکلوانا پڑتے ہیں۔ جن کے دانت نہیں ہوتے ان کا معدہ بہت خراب ہوتا ہے، انہیں ہلکی غذا کھانی پڑتی ہے۔ دانت سے غذا چبائی جاتی ہے۔ اس لئے معدہ کو تکلیف کم ہوتی ہے لیکن اگر دانت سے نہ چباؤ تو یہی کام معدہ کرتا ہے۔ جس سے معدہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ پوپلے لوگ بدہضمی قبض، بھوک کی کمی اور معدے کی جلن میں مبتلا رہتے ہیں۔ سچ کہا گیا ہے دانت گئے دنیا کے مزے گئے۔

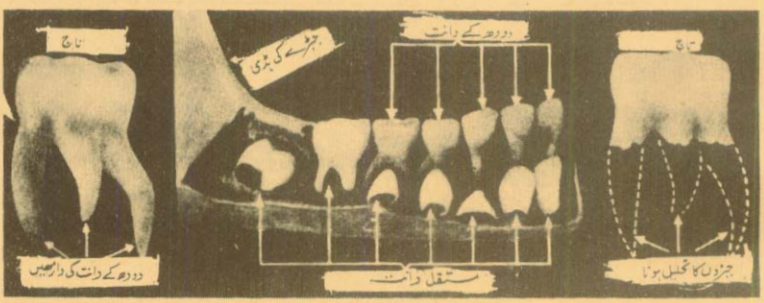


چھ سال کی عمر کے مخصوص دانت، وہ دودھ کے دانت یا پرس ریکہلاتے ہیں۔ اور مستقل دانت جو کہ دیکھئے کس طرح دودھ کے دانت کی جڑیں تحلیل ہوتی ہے۔

بیمار دانت بھی بہت نقصان دہ ہے، اس سے مستقل سر درد ہو سکتا ہے۔ جسم پر پھوڑے نکل سکتے ہیں۔ جسم کی حرارت بڑھ سکتی ہے۔ انسان عزم اور ہمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہر وقت بجھا بجھا سا رہتا ہے۔ آنکھوں میں بھی جلن محسوس ہوتی ہے۔

مسواک دن میں کم از کم دو بار ضرور کرنی چاہیئے۔ زیادہ کریں تو اور بہتر ہے۔ صبح سویرے دانت کو ٹوتھ برش یا منجن سے صاف کریں۔ اس کے بعد رات کے کھانے کے بعد دانت کی صفائی کریں۔ لیکن اگر صبح ٹوتھ پیسٹ استعمال کیا ہو تو رات کو نہ کریں۔ کیونکہ ٹوتھ پیسٹ کا زیادہ استعمال صحت کے لئے مضر ہے۔ صرف برش یا منجن سے دانت صاف نہ کریں۔ بلکہ درخت سے تازہ مسواک مل جائے تو سب سے بہتر ہے۔ قدرت نے اس میں دانتوں کی زندگی کے لئے بہترین مواد رکھا ہے۔ کھانے کے بعد اگر گوشت کا ٹکڑا دانت میں رہ جائے تو مسواک اور بھی ضروری ہے۔ ورنہ دانتوں میں خطرناک قسم کے جراثیم پرورش پا سکتے ہیں۔

جب بھی دانتوں یا مسوڑھوں میں کوئی درد، خول، یا ورم محسوس ہو تو فوراً ماہر دندان کے پاس جانا چاہیئے۔ اس میں غفلت اچھی نہیں۔ ہر چھ ماہ یا ایک سال میں اپنے دانتوں کا معائنہ کرالینا چاہیئے۔

مٹھائی، چاکلیٹ اور آئس کریم کا زیادہ استعمال بھی دانتوں کو خراب کر دیتا ہے۔ جلد کی بیماریوں کا بھی دانت پر اثر ہو سکتا ہے۔ آپ کو ایسی غذا زیادہ استعمال کرنی چاہیئے جو جلد کی حفاظت اور ہڈیوں اور دانتوں کو مضبوط بناتی ہوں۔ ایسی غذائیں ہیں۔ مچھلی کا تیل، دودھ، مکھن انڈا، گاجر، ہری سبزی، اور ٹماٹر وغیرہ۔ ان میں جو چیزیں مل جائیں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھالیں۔ صبح نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی چھت یا میدان میں کھڑے ہو کر طلوع ہوئے سورج کو دیکھیں۔ اس کی کرنوں سے بھی آپ کے جسم کو وٹامن "ڈی" ملے گا جو دانتوں کو مضبوط بنانے میں مددگار ہوتا ہے۔

اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمت کو دشواری پیش آئے گی تو میں لوگوں کو ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم ضرور دیتا۔

(صحیح بخاری و مسلم میں ابی ہریرہؓ سے روایت)

## آپ کی تصویر ہم شائع کریں گے مگر

ضروری ہے کہ . . رنگین اور کم از کم پوسٹ کارڈ سائز کی ہو۔

- تصویر کا رنگین ہونا ہی کافی نہیں ... واضح، دلکش اور منفرد ہونا بھی ضروری ہے۔
- تصویر اسٹوڈیو یا گھر کے کسی حصّے کے بجائے آؤٹ ڈور ہو۔

تصاویر کے لئے چند دلچسپ موضوع ① رونا یا ہنسنا ② شرارت ③ ایڈونچر، ④ اہم مصروفیت ⑤ کسی اہم یا مشہور جگہ پر ⑥ کھیلتے ہوئے یا کوئی بھی دلچسپ موضوع۔

- ناقابلِ اشاعت تصاویر صرف جوابی لفافے کی صورت میں واپس بھجوائی جائیں گی۔
- اپنی تصاویر نام اور پتے کے ساتھ علیحدہ لفافے میں اس پتے پر پوسٹ کریں۔

آنکھ مچولی البم "گرین گائیڈ اکیڈمی" ڈی ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

ایک پادری جب مرض الموت میں گرفتار ہُوا تو اس نے اپنے تمام دوستوں اور اعزّہ و اقارب سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اسی دوران میں اُن کا ایک دہریہ دوست آ گیا۔ فلپس کو بتایا گیا کہ آپ کا ایک ایسا دوست ملنے کے لئے آیا ہے جو خدا کی ہستی کا منکر ہے۔ فلپس نے فوراً اسے اندر بُلا لیا۔ دہریہ اندر آ گیا۔ فلپس کی خیریت وغیرہ پوچھنے کے بعد اس نے کہا" فلپس مَیں اس ملاقات کے لئے میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں۔ لیکن ایک بات تو بتایئے کہ جب آپ نے ہر ایک سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا تو پھر مجھ سے ملاقات کرنا کس طرح گوارا کیا؟

فلپس نے کراہتے ہوئے جواب دیا" میرے دوست! مجھے یقین ہے کہ مَیں اپنے سب دوستوں اور عزیزوں سے جنّت میں ملاقات کر سکوں گا لیکن آپ کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات ہے۔

# دائرۂ معلومات

اُمِّ رباب جعفری

۲۰ اشاروں کے صحیح جوابات ۱۰ دسمبر تک موصول ہو جانے چاہئیں تمام جوابات درست بھجوانے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر بھی شائع کی جائیں گی اور قرعہ اندازی کے ذریعہ تین خوبصورت انعامات بھی دیئے جائیں گے۔ مقابلہ کے نئے شرکاء کی آسانی کے لئے بتا دیں کہ جس حرف پر ایک جواب ختم ہوگا، اسی حرف سے دوسرا جواب شروع ہوگا۔ مثلاً اگر پہلے اشارے کا جواب انڈونیشیا ہے تو دوسرے سوال کا جواب "الف" سے شروع ہوگا۔

۱۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک
۲۔ مشہور فلسفی جو افلاطون کا شاگرد اور سکندر اعظم کا استاد تھا۔
۳۔ پرتگال کا ایک مشہور جہاز ران۔ جس نے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیا۔
۴۔ ایک ملک جہاں پیسا کا ٹاور واقع ہے۔
۵۔ ایک جنگ جو ۱۳ھ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان لڑی گئی۔
۶۔ ایک شہر، جہاں مشہور مغل بادشاہ بابر دفن ہے۔
۷۔ ایک جانور جس کا نام مکاری میں ضرب المثل بن گیا ہے۔
۸۔ پاکستان کا قومی پھول
۹۔ جاپان کا ایک شہر جہاں دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم گرایا گیا۔
۱۰۔ ایک بیماری جس سے جسم پیلا پڑ جاتا ہے۔
۱۱۔ ایک مشہور سائنسدان۔ جس نے کشش ثقل کا نظریہ دریافت کیا۔
۱۲۔ اردو کا ایک روزنامہ۔ جس کے بانی جناب حمید نظامی تھے۔
۱۳۔ ایک مشہور فاتح، جو لنگڑا تھا۔
۱۴۔ ایک ڈیم جو اسلام آباد کے قریب واقع ہے۔
۱۵۔ مشرق وسطیٰ کا ایک ملک۔ جس کا دارالحکومت بیروت ہے۔
۱۶۔ شمالی یورپ کا ایک مشہور ملک
۱۷۔ ایک دھات جو ایٹم بم کی تیاری میں استعمال ہوتی ہے۔

۱۸۔ برطانیہ کی پہلی خاتون وزیر اعظم

۱۹۔ ہجری کیلنڈر کا ساتواں مہینہ

۲۰۔ صوبہ سرحد کا ایک شہر جہاں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کے مزارات واقع ہیں۔

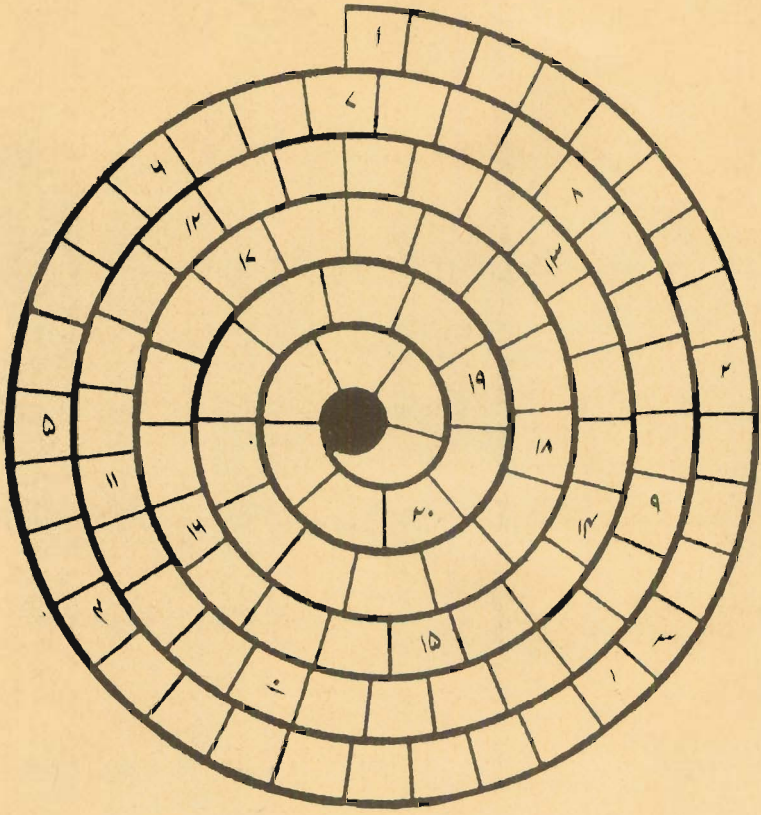


## گذشتہ ماہ کے درست جوابات

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ دیوار گریہ | ۲۔ بابیل | ۳۔ لاس اینجلس | ۴۔ سارتر | ۵۔ رائٹ برادران |
| ۶۔ نیرو | ۷۔ وائٹ ہاؤس | ۸۔ سیاچن | ۹۔ نیل | ۱۰۔ لیونارڈو ڈاونچی |
| ۱۱۔ یروشلم | ۱۲۔ مارا ڈونا | ۱۳۔ الحمراء | ۱۴۔ الف لیلہ | ۱۵۔ ہومر |
| ۱۶۔ راک فیلر | ۱۷۔ رتھ | ۱۸۔ ہمبرگ | ۱۹۔ گراہم بیل | ۲۰۔ لنگر |

وٹامن اے اور ڈی کے ساتھ

# بلوبینڈ مارجرین — غذائیت اور لذت سے بھرپور

بچوں کو توانائی کا خزانہ چاہیئے۔ اپنے بچوں کو بلوبینڈ دیجئے کیونکہ بلوبینڈ بچوں کی بہترین نشوونما کرنے والی غذا کا ایک اہم حصہ ہے غذائیت اور لذت سے بھرپور بلوبینڈ میں وٹامن اے اور ڈی شامل ہیں۔
بلوبینڈ کو ڈبل روٹی کے سلائس یا ٹین پر لگا کر دیجئے، آپ کے بچے اس کو بہت پسند کریں گے۔
جی ہاں! بلوبینڈ نے صحت کو لذت کی شکل دی ہے۔

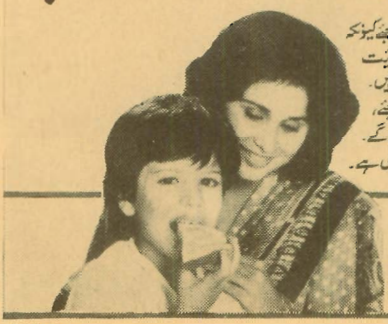

**بلوبینڈ مارجرین**

**بچوں کی چاہت بھری بنگہداشت کے لئے**

BBM 3.85 UD.

R-LINTA

## بذریعہ قرعہ اندازی انعامات حاصل کرنے والے ذہین بچے

(۱) ——— محمد کامل، شاہی بازار، ٹنڈو الہ یار

(۲) ——— راحیلہ تسلیم، نواں شہر، ملتان

(۳) ——— اسمٰعیل عبدالرحمٰن، میٹھادر، کراچی

## درست جوابات ارسال کرنے والے ذہین بچے

رضوان اکرم آرائیں،
لطیف آباد، حیدرآباد

محمد ندیم اصغر،
عثمان آباد، کراچی

تجمل الیاس،
سمن آباد، لاہور

- ثمینہ حبیب صدیقی، معمار کمپلیکس، کراچی
- ثمرین قاضی، معمار کمپلیکس، کراچی
- عبداللہ ریاض، فرنٹیئر روڈ، کراچی
- شہناز شمشاد، شومارکیٹ، کراچی
- سید تنظیم عباس رضوی، احاطہ تم سنگھ، راولپنڈی
- ظفر اقبال چوہدری، چاہ نشان والا، جھنگ شہر
- رفعت کریم، فیصل آباد
- جاوید ناز جیدی، اقبال نگر، فیصل آباد
- اقبال، فیصل آباد
- نائلہ ناز، اقبال نگر، فیصل آباد

رضوان حامد میری، گلشن اقبال، کراچی

- محمد عبداللہ صدیقی، لطیف آباد حیدرآباد
- نیر توحید، داتا شاہ جمال روڈ، شیخوپورہ
- محمد انور خان، عثمان آباد، کراچی
- زاہد حسین، کیماڑی، کراچی
- رضوان اعظم، معمار کمپلیکس، کراچی
- ماہ جبیں ناز، اقبال نگر، فیصل آباد
- تابندہ جبیں، ایف ۱۰/۲ اسلام آباد
- عامر سلیمان، میٹھادر، کراچی
- فلالت بختیار، گلبرگ، فیصل آباد
- سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد
- سید شوکت علی، پٹھان کالونی، حیدرآباد

- فاروق احمد، حبیب بینک، لنڈی کو
- شہزاد انور، فیکٹری کالونی، راولپنڈی
- سید مجاہد علی، بیراج کالونی، حیدرآباد
- شاہنواز امان، اسلم شہید روڈ، راولپنڈی
- عامر مغل، گلبرگ، فیصل آباد
- منیر احمد مبین، غریب آباد، جیکب آبا

مبین احمد، فیصل آباد

### ایک غلطی کرنے والے بچے

- سید محمد علی رضوی، لطیف آباد، حید
- محمد یاسین، بصیر پور، اوکاڑہ
- پرنس، ناظم آباد، کراچی

رعایت کا آخری موقعہ

ماہنامہ
# آنکھ مچولی

## آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی ذوق کی تسکین کا ذریعہ بھی اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

## ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہو جایئے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ڈاک کی شرح میں اضافے کے باعث آئندہ ماہ سے زرِ سالانہ میں اضافہ کیا جا رہا ہے... آنکھ مچولی کی سالانہ خریداری کے خواہش مند اس آخری موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں.

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی-۱۳۴ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۵۵/۴۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۶۰/۴۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۱۵۰/۸۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۱۶۰/۱۴۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سالہ ممبرشپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

---

خدمت کی خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی" کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا/ چاہتی ہوں اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ..... روپے کا بینک ڈرافٹ/پوسٹل آرڈر منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ـــــ میرے نام حسبِ ذیل پتے پر ماہ ..... سے ماہنامہ جاری کر دیا جائے۔

نام _____

مکمل پتہ _____

کوئی ضروری ہدایت _____

فون نمبر _____ دستخط _____

# ننھے ہاتھ نئی تحریریں

اپنی تحریریں مختصر بھجوائیں تاکہ شائع ہو سکیں۔ تحریر صاف خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ نقل شدہ کہانیاں بھجوانے سے گریز کریں۔ اس لئے کہ تحریروں کی چوری آپ کی ذات کے اچھے تاثر کو بھی خراب کرے گی اور آپ مستقبل کے بڑے ادیب بھی نہیں بن سکیں گے۔

## پتھراؤ

محمد آصف خان، نیول کالونی، کراچی

میں اسکول میں ساتویں کلاس کا طالب علم تھا جب یہ واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی ہی بدل دی۔ جہاں پر میرا اسکول تھا وہ علاقہ بہت بارونق تھا۔ ہم لوگ شرارتیں کرتے تھے لیکن کوئی ایسی شرارت نہیں کرتے تھے جس سے کسی دوسرے کو کوئی پریشانی ہو۔ ایک دن ہاف ٹائم کے وقت ہم لوگ جیسے ہی باہر آئے ایک منظر سامنے دیکھا کہ ہمارے ایک استاد کو بس نے ٹکر ماردی ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے انہیں معمولی چوٹیں ہی آئیں۔ لیکن اس پر ہم لوگ مشتعل ہو گئے اور بس پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ ہمارے دیکھا دیکھی دوسرے اسکولوں کے بچے اور کالج کے لڑکے بھی جمع ہو گئے اور ایک زبردست ہنگامہ شروع ہو گیا۔ ہم لوگ خوب پتھراؤ کرتے رہے۔ جب دل کی بھڑاس پوری طرح نکال لی تو اسکول کی راہ لی۔ لیکن اسکول کی چھٹی تو ہنگامہ ہوتے ہی ہو گئی تھی۔ میں خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑا کیونکہ میرے خیال میں آج میں نے بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ لیکن یہ کیا! جب میں اپنی گلی میں داخل ہوا تو میرے گھر کے سامنے ایک ہجوم تھا۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ لیکن میں ہمت کر کے گھر کی طرف دوڑ لگائی اور سب کو ایک طرف ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ تو میری باجی مجھ سے لپٹ کر رونے لگیں میں نے ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگیں کہ آج امی کو ہسپتال آنکھیں

ٹیکہ کرانے جانا تھا۔ وہ چلی گئیں۔ جب تمہارے اسکول کے پاس پہنچیں تو وہاں پتھراؤ ہوگیا۔ امی بس میں شیشے کے پاس بیٹھی تھیں۔ ایک پتھر شیشے پر آکر لگا۔ اور پھر شیشہ ٹوٹ کر امی کی آنکھ میں گھس گیا اور اس کے علاوہ بھی بہت سی چوٹیں آئی ہیں۔ ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمیشہ کے لئے اندھی ہوچکی ہیں۔ میری باجی نے اتنا کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں لیکن میں غم میں نڈھال چارپائی پر گر گیا اور سوچنے لگا کہ شاید وہ میرا ہی پتھر تھا جس سے میری ماں کی دنیا ہمیشہ کے لئے تاریک ہوگئی ہے۔ آج میں اپنی امی کو راستہ ڈھونڈتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے چلتا دیکھتا ہوں تو اپنے وجود سے شرم آنے لگتی ہے۔

# قائداعظم کو خراج عقیدت

محمد نوید مرزا لاہور

- قائداعظمؒ ان ہستیوں میں سے تھے جو واقعات کی رفتار اور زمانے کی روش بدل دیتے تھے آپ واقعی قائداعظمؒ تھے۔
  ——— لیاقت علی خان
- میں متحدہ ہندوستان کا زبردست حامی تھا لیکن مسٹر جناح کی مضبوط شخصیت میرے ارادے میں بڑی رکاوٹ ہے۔
  ——— لارڈ ماؤنٹ بیٹن
- قائداعظمؒ نہ صرف اعلیٰ قانون دان اور بے نظیر قابلیت کے مالک تھے بلکہ اُن کے سینے میں مومن کا دل تھا۔
  ——— سر شیخ عبدالقادر
- قائداعظمؒ نے اپنی زندگی قوم کے لئے وقف کردی تھی ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کوئی خوف اور لالچ انہیں ان کے رستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا ——— خواجہ ناظم الدین
- دوست پاکستان کا معمار، دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا باپ، مجھے یقین ہے کہ مسٹر جناح کی راہنمائی پاکستان کے باشندوں کے لئے چراغ ثابت ہوگی ——— مسٹر ٹرومین
- اگر مسلم لیگ میں ایک سوگاندھی بھی ہوتے اور ان کے مقابلے پر کانگریس میں صرف ایک جناح ہوتے اور ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا ——— سروجنی نائیڈو
- ہندوستان میں آپ کی ذات تنہا ہے جس سے مسلمان قوم یہ امید کرنے کا حق رکھتی ہے کہ شمال مغربی یا پورے ہندوستان پر جو سیلاب آرہا ہے، اس میں آپ اس کی پوری طرح رہنمائی کرسکیں گے ——— علامہ اقبالؒ
- قائداعظمؒ زندگی میں ایک خوش باش انسان تھے انہیں بے شمار لطیفے یاد تھے لوگ انہیں سخت دل سمجھتے تھے لیکن دراصل وہ بہت نرم دل اور اچھے انسان تھے فاطمہ جناحؒ
- محمدؐ علی جناح کو نہ کوئی خرید سکتا ہے اور نہ ملک وملت کے خلاف استعمال کرسکتا ہے ——— مہاتما گاندھی
- مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کے لئے قائداعظمؒ سے زیادہ موزوں کوئی شخصیت نہیں ہے مولانا محمد علی جوہر

# "دانشمند احمق"

مرسلہ: محمد آصف اقبال، ماما روڈ، کراچی

کہتے ہیں کہ کسی امیر نے ایک آدمی کو ملازم رکھا، جو اپنے احمق پن کی وجہ سے سارے شہر میں مشہور تھا۔ امیر نے اسے ایک دستی چھڑی دی اور کہا کہ یہ چھڑی تم اس شخص کو دینا جو تم سے بھی زیادہ بیوقوف ہو۔

چھ مہینے کے بعد وہ امیر بیمار ہوا اور احمق سے کہا کہ میں تم سے رخصت ہورہا ہوں۔

اس نے پوچھا۔ کب تشریف لائیے گا؟ امیر نے جواب دیا۔ ایسے مقام پر جارہا ہوں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

احمق نے کہا۔ وہاں آپ نے قیام کے لئے کوئی مکان بنوالیا ہے؟" امیر نے کہا "نہیں" پوچھا "باورچی خانہ اور توشہ خانہ کا بھی کچھ سامان بھیج دیا ہے؟ امیر نے جواب دیا "نہیں"۔

احمق یہ سن کر مسکرایا۔ اُس نے کہا جہاں آپ کو تھوڑے دن رہنا تھا وہاں تو آپ نے اتنا اونچا محل بنوایا۔ آرام وآسائش کا اتنا سامان کیا۔ لیکن جہاں ہمیشہ رہنا ہے، وہاں کے لئے کوئی سامان نہیں بھیجا۔ آپ سے زیادہ احمق مجھے کوئی دوسرا نہیں ملا۔ اس لئے دستی چھڑی آپ ہی لے لیجئے تو مناسب ہوگا۔

# روشن چراغ بجھ گیا

مرسلہ: رسول بخش سٹھیو، ٹنڈو محمد خان (سندھ)

وہ اپنے گوٹھ (گاؤں) سے بسوں پہ چڑھ کر اسکول جاتے

تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کا سفر تھا۔ جب اسکول کی چھٹی ہوتی۔ تو وہ دس گیارہ ساتھی بس کی چھت پہ جا بیٹھتے چونکہ آپس میں بے تکلف تھے، اس لئے ہنسی مذاق میں ان کا وقت آسانی سے کٹ جاتا تھا۔

ایک دن چھٹی کے بعد یہ سب ساتھی جا کر بس میں چھت پہ بیٹھ گئے۔ اور آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے۔ جمن اور عبداللہ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ یہ ہنسی مذاق بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ وہ ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ تب جمن کے بڑے بھائی رموں نے اکڑ کر عبداللہ کو کہا "اوئے! عبدو کے بچے!! گالیاں نہ دے، ورنہ ....." "اے ورنہ تو کیا کرے گا" عبداللہ نے بھی اکڑ کر کہا "پہلے تو تمہارے بھائی نے ہی گالیاں دیں ہیں!" اس پہ رموں نے اٹھتے ہوئے کہا "ابے چپ کر، پہلے تو تو نے ہی مذاق کیا تھا۔ پھر میرے بھائی نے گالی دی تھی!"

"ابے چل!" عبداللہ نے بھی اٹھتے ہوئے کہا "دیکھتا ہوں تو کیا کرتا ہے مجھے" اب تو رموں کی حالت غصے کے مارے غیر ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر عبداللہ کو تھپڑ مار دیا۔ تھپڑ لگتے ہی عبداللہ غصے سے چیخ اٹھا اور رموں کو گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔ رموں نے بھی اس کے پیٹھ پہ مکے مارنے شروع کر دیئے۔ پھر ایک طرف سے عبداللہ کا ایک عزیز اٹھا اور رموں کو پیٹنے لگا۔ اس پر رموں کے عزیز بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور آخر سب لوگ ایک دوسرے کو مارنے پیٹنے لگے۔

اوپر بس کی چھت پہ چونکہ صرف یہی سارے لڑکے تھے، اس لئے کوئی چھڑانے والا بھی نہیں تھا۔ بس مسلسل تیزی سے بھاگی جا رہی تھی۔ لوٹتے لوٹتے اچانک رموں نے عبداللہ کو نیچے دھکا دے دیا۔ عبداللہ بس کی چھت سے لڑھکتا ہوا روڈ پہ گرا۔ اس کے سر پر شدید چوٹ آئی اور وہ خون میں لت پت ہو گیا، کچھ ہی دیر بعد تڑپ تڑپ کر اس نے جان دے دی۔ یوں گویا ایک گھر کا روشن چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

یہ تھا چھیڑ چھاڑ کا انجام۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ چھوٹی سی برائی بڑا فتنہ بن سکتی ہے اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ چھوٹی چھوٹی برائیوں سے باز رہا جائے۔

# غرور کا سر نیچا

مرسلہ: حمیرہ یاسمین لانڈھی، کراچی

میں ایک مکھی ہوں۔ آج آپ کو اپنی بدصورتی کی کہانی سناتی ہوں۔ کبھی ہم مکھیاں بھی شہد کی مکھیوں جیسی ہی خوبصورت ہوا کرتی تھیں۔ ہماری ایک ملکہ ہوا کرتی تھی۔ ہمارے دن بہت ہی اچھے گزرا کرتے تھے۔ کہ ایک دن ہماری پیاری ملکہ نے ہم سب مکھیوں کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا کہ دیکھو ہم سب مکھیاں اتنی خوبصورت ہیں کہ شہد کی مکھیاں بھی اتنی خوبصورت نہیں۔ ملکہ کی اس بات سے ہم سب کے دلوں میں غرور پیدا ہو گیا۔ اور ہم سب مکھیاں اپنی خوبصورتی پر غرور کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارا یہ غرور پسند نہ آیا۔ اور ہم سب مکھیوں کو اس غرور کی سزا یہ دی کہ ہمارے جسم کالے کر دیئے۔ اور ہمارے لئے گندگی کے ڈھیر پر بیٹھنا مقدر بن گیا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔

# پیارے بچّوں

مرسلہ۔ صائمہ ایاز

کوئی پیارا گیت سناؤ
آزادی کے نغمے گاؤ
آؤ پیارے بچّوں آؤ
پڑھ لکھ کر تم محنت کر کے
اپنے دیس کی شان بڑھاؤ
آؤ پیارے بچّوں آؤ
بڑوں کی اپنے خدمت کر کے
اچھے بچّے تم بن جاؤ
آؤ پیارے بچّوں آؤ
رنگ برنگے جھنڈے لے کر
اپنے دیس کو خوب سجاؤ
آؤ پیارے بچّوں آؤ

# طوطوں کی رٹ

مرسلہ: محمد آصف اقبال عامر روڈ کراچی

ایک پرانے باغ میں بہت سے طوطے اکٹھے رہتے تھے۔ خوب کھاتے اور خوب مزے اڑاتے۔ سارے باغ میں انہیں کا راج تھا۔ پہلے پہل جب یہ باغ میں آکر بسے تھے تو بڑے پھرتیلے تھے، خوب اڑتے تھے۔ لیکن اس باغ میں انہیں کھانے کو ملا تو آرام سے کھانے میں ان میں سستی اور کاہلی پیدا ہوگئی۔ طوطوں کی وہ پھرتی اور اڑنے کی مشق جاتی رہی۔

کچھ دن بعد ایک شکاری ان طوطوں کے پیچھے لگ گیا وہ ہر سال آتا اور بہت سے طوطے پکڑ کر لے جاتا۔ اب ان کی تعداد گھٹنے لگی۔ شکاری سے چھٹکارا پانے کے لئے طوطے ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے مشورہ کیا کہ اس مصیبت کو کس طرح ٹالا جائے۔ ایک طوطا بولا بھائیو! دراصل ہماری مصیبت کی جڑ یہ ہے کہ ہم میں علم نہیں ہے۔ ہم جانتے ہی نہیں ہیں کہ شکاری کے جال سے بچنے کی تدبیر کیا ہے۔ اگر ہم میں علم ہوتا اور ہم ان تدبیروں کو جانتے ہوتے جو شکاری کے پھندے سے بچنے کے لئے ضروری ہیں تو بھلا کیا طاقت تھی شکاری کی جو ہم میں سے ایک کو بھی پکڑ کر لے جاتا۔

سب طوطوں نے علم حاصل کرنے کی تجویز منظور کرلی۔ کچھ طوطے اب بھی گردن ٹکائے کچھ سوچ رہے تھے۔ "عقلمند طوطوں نے اسے "بیوقوفوں" کا کوئی خیال نہ کیا۔ بلکہ فوراً ہی علم حاصل کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔

پڑھنے پڑھانے کا بڑا چرچہ ہوا۔ سب طوطوں کو پہلے شکاری کی پہچان پڑھائی گئی۔ پھر اس کے جال کی تشریح پڑھائی گئی کہ اگر شکاری آئے تو یا تو اس کے ڈالے ہوئے چارے کے قریب نہ جانا اور اگر جاؤ تو شکاری کو آتا دیکھ کر پھڑ پھڑا کر اڑ جانا۔ طوطوں نے اس تعلیم کو بڑے اچھے طریقے سے رٹ لیا۔ اگلے سال شکاری پھر آیا طوطوں کو اپنا سبق یاد تھا۔ سب نے شکاری کو پہچان لیا۔ شکاری نے لاگ لگائی سب طوطوں نے سیکھے ہوئے علم کو چھوڑ کر اپنی عقل پر بھروسہ کیا اور سوچا کہ وقت پر اڑ جائیں گے۔ یوں سب طوطے شکاری کے ڈالے ہوئے چارے پر ٹوٹ پڑے، شکاری آیا اس نے اپنے تاعدے کے مطابق جال پھینکا بہت سارے طوطے پھنس گئے۔

اس سال کی پکڑ پہلے سالوں سے اچھی تھی لیکن شکاری کو تعجب تھا کہ اس مرتبہ سب طوطے بڑے اچھی آواز میں ایک گیت گا رہے تھے۔ وہ گیت یہ تھا۔

ہے آدمی شکاری کندھے پہ اس کے جال
دیکھو اگر اُسے تو نہ ہونا کبھی نڈھال
جو لاگ وہ لگائے تو ہرگز نہ کھائیو
اور کھ ڈو تو رکھیو اپنا ذرا خیال
آتے اُسے جو دیکھنا ہرگز نہ گھبرنا
اڑ بھاگنے کا تم بھی دکھانا اُسے کمال

نصیحت!

وہ علم جس پر عمل نہ کیا
ایسا ہی ہے ہے جیسے جہالت

# میجر عزیز بھٹی

مرسلہ: اسماء کاظمی، پشاور

میجر عزیز بھٹی
یہ سرخ کیوں ہے مٹی
تیرے لہو نے سینچا
سر فخر سے ہے اونچا
یہ قوم ناز کریگی
تجھے ہمیشہ یاد کرے گی
تو ہے شہید اعظم
ہے احترام لازم

# مستحق

مرسلہ: سید شعیب مہدی رضوی کراچی،

صاحب بات کچھ یوں ہے کہ ایک دن میں بس میں سفر کر رہا تھا۔ میری آنکھیں باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ اچانک میرے کانوں میں ایک صدا گونجی۔ "بابا اللہ کے نام پہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا واحد سہارا ہوں، خدا کے لئے میری کچھ مدد کرو" صدا نے دل پہ اثر کیا اور میں اس کی طرف دیکھنے کے لئے مجبور ہوگیا۔

میں اس کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ میلا سا بدن، آنکھیں ایسی

ہو رہی تھیں جیسے کئی راتوں سے سویا نہ ہو۔ گریبان چاک، کپڑے ہر جگہ سے بُری طرح پھٹے ہوئے تھے۔

مجھے اس کی مظلوم سی صورت پہ ترس آگیا۔ میرے ہاتھ خود بہ خود اپنی جیب سے کچھ تلاش کرنے لگے۔ وہی کھلے ہوئے ستر پیسے برآمد ہوئے جو بس والے نے تیس پیسے کاٹ کر واپس کئے تھے۔

میری کوشش تھی کہ جلد سے جلد یہ پیسے اس کے ہاتھوں میں تھما دوں۔ اچانک میری نگاہ اس کی جیب پہ پڑی جو بڑی خوبصورتی سے ڈبل سلائی سے سلی ہوئی تھی اور روپوں سے اُبھری ہوئی تھی۔

دیکھا آپ نے آج کل کے فقیروں کو۔ اس وقت جب میں فقیر کو دیکھ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے پاس تو اسکول کی فیس دینے کو پیسے نہیں ہیں اور یہ ہے کہ پیسوں سے اس کی جیب پھٹی پڑ رہی ہے۔ میرا ہاتھ جو جیب میں رکھی ہوئی چونّی تک پہنچ چکا تھا۔ ایک دم واپس آگیا۔ میں نے سوچا کہ اسے خیرات دینے سے بہتر ہے یہ پیسے میرے پاس ہی رہیں۔ نہ جانے کتنے مجبور لوگ ہوں گے۔ مگر اپنی عزت نفس کی وجہ سے بھیک نہیں مانگتے مگر ایک یہ مسٹنڈے ہیں کہ محنت سے جی چراتے ہیں اور بھیک مانگ کر پیسے بٹورتے ہیں مگر ان فقیروں کے ساتھ ہم لوگ بھی تو قصوروار ہیں۔ جو ان مسٹنڈوں کو بغیر سوچے سمجھے خیرات دے دیتے ہیں۔

## خدا کے حکم سے

مرسلہ: محمود احمد، اندہ کلاں، لاہور

کسی چور کو شاہی پیادے پکڑ کر کوتوال کے پاس لائے اور بتایا کہ اس شخص کو ہم نے عین چوری کرتے ہوئے گرفتار کیا ہے۔ کوتوال نے چور سے پوچھا۔ "تو نے چوری کی ہے"۔؟ اُس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا، خدا کے حکم سے کیا۔ تو جانتا ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ خدا کے حکم کا پابند ہے۔ یہ سن کر کوتوال نے پیادوں سے کہا۔ "اسے درخت کے ساتھ الٹا لٹکا کر اتنا مارو کہ یہ سب کچھ بھول جائے"۔

یہ حکم سنتے ہی چور نے گڑگڑانا شروع کر دیا۔ کوتوال نے کہا۔ "اب روتا کیوں ہے۔ میں یہ کام بھی خدا کے حکم ہی سے کر رہا ہوں۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ خدا کے حکم کا پابند ہے"۔ اور چور کو اس کی چالاکی کی سزا بھگتنی پڑی۔ (حکایت رومیؒ)

انور کلیم

قائد اعظم کا احسان
ملا ہمیں یہ پاکستان
وطن سے ہم کو پیار بہت ہے
جیسے ہو یہ اپنی جان
دنیا کو دکھلائیں گے ہم
پاکستان کی اونچی شان
ہم ایسی ایجاد کریں گے
دنیا بھی ہوگی حیران
لکھیں گے ہم پیارے نغمے
گائیں گے ان کو ہر آن
پاکستان پہ آنچ آئی تو
اس پر ہوں گے ہم قربان

## "ڈرپوک"

مرسلہ: محمد سعید عباس، علیر توسیعی کالونی، کراچی

شاموں اپنی بزدلی کی وجہ سے پورے قصبے میں ڈرپوک مشہور تھا۔ اگر اُس کے سامنے کوئی لال بیگ بھی آجائے تو وہ ڈر جاتا تھا۔ قصبے کے شرارتی بچے کبھی کبھار اس کی جھونپڑی میں مینڈک لے جا کر چھوڑ دیتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد شاموں چیختا بھاگتا ہوا جھونپڑی سے باہر نکلتا۔ جس پر سب بچے قہقہے لگا کر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ حقیقت میں شاموں اتنا بزدل نہیں تھا جتنا کہ قصبے والوں نے اسے بنا دیا تھا۔

شاموں کے ماں باپ بچپن ہی میں اُسے چھوڑ کر مر گئے تھے بعد میں اسے اُس کے بوڑھے دادا نے پالا تھا شاموں قصبے کے لوگوں کا سودا سلف لا کر اور مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بوڑھے دادا کا پیٹ پالتا تھا۔

شاموں کا قصبہ جنگل سے قریب تھا۔ چند دنوں پہلے جنگل میں موجود ایک ہاتھی پاگل ہو گیا تھا۔ قصبے کے لوگوں نے حفاظت کے

خیال سے چاروں جانب لوہے کے تاروں کی باڑ لگا دی تھی کہ کہیں کسی وقت وہ پاگل ہاتھی قصبے میں گھس کر قصبے والوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ مگر ابھی تک اُس پاگل ہاتھی نے قصبے کا رخ نہیں کیا تھا۔

ایک دن شاموں اپنے پڑوسی کرموچا چا کے گھر اُن کا سامان پہنچا کر واپس اپنے گھر جا رہا تھا کہ اچانک اُسے اپنے پیچھے جیپ کی آواز سنائی دی۔ اُس نے مڑ کر دیکھا جیپ میں قصبے کا چودھری چودھری افضل اور ایک اور آدمی بیٹھا تھا جس نے اپنے ہاتھوں میں ایک مجاری سی دونالی رائفل تھام رکھی تھی۔ چودھری افضل نے شاموں سے کہا شاموں یہ میرے دوست ناصر صاحب ہیں یہ بہت بڑے شکاری ہیں۔ افریقہ کے خطرناک جنگلوں میں شکار کھیل چکے ہیں آج جب میں شہر کچھ سامان لینے کے لئے گیا تو ان سے میری ملاقات ہوگئی میں نے انہیں پاگل ہاتھی کے بارے میں بتایا تو یہ یہاں آنے کے لئے تیار ہوگئے تاکہ انہیں پاگل ہاتھی سے نجات دلا سکیں میں انہیں لے کر ذرا مولوی صاحب کے گھر تک جا رہا ہوں تم اتنی دیر میں یہ سامان میرے گھر تک پہنچا دو اور بیگم صاحبہ سے کہہ دینا کہ میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہے۔ ٹھیک ہے چودھری صاحب شاموں نے کہا اور وہ ڈبہ اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ چودھری صاحب بولے ذرا سنبھال کر لے جانا اس میں چینی کے برتن موجود ہیں آپ فکر نہ کریں چودھری صاحب شاموں نے کہا اور پھر چودھری صاحب کے گھر کی جانب چل پڑا۔

چودھری افضل کا بیٹا شجاع پورے قصبے میں اپنی شرارتوں کی وجہ سے مشہور تھا وہ آج بھی اپنے چند شریر ساتھیوں کے ساتھ مل کر کوئی نہ کوئی شرارت کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسے دور سے شاموں ایک بڑا سا ڈبہ سر پر اٹھائے آتا نظر آیا۔ شجاع نے فوراً اپنے ساتھیوں کو کچھ سمجھایا پھر شجاع اور اس کے ساتھی اُس راستے کے دونوں جانب چھپ کر بیٹھ گئے جس پر شاموں آ رہا تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ایک رسی پکڑی ہوئی تھی جس کا دوسرا سرا دوسری جانب چھپے ہوئے شجاع کے ہاتھ میں تھا جیسے ہی شاموں ان کے قریب پہنچا تو شجاع اور اس کے ساتھیوں نے رسی کھینچ لی جس کی وجہ سے شاموں کے پاؤں رسی میں الجھ گئے اور وہ لڑکھڑا کر گرا اور اس کے سر پر رکھا ہوا ڈبہ ایک جانب جا پڑا اور اُس میں موجود تمام برتن ٹوٹ کر راستے میں پھیل گئے اتنی دیر میں دور سے چودھری افضل کی جیپ کی آواز سنائی دی شجاع اور اُس کے ساتھی جیپ کو دیکھ کر وہاں سے رفوچکر ہو گئے۔

چودھری افضل نے شاموں کے قریب جیپ لا کر روکی اس وقت وہ جیپ میں اکیلے تھے پھر وہ شاموں سے بولے بیوقوف آدمی یہ تم نے کیا کیا میرا اتنا مہنگا برتنوں کا سیٹ توڑ دیا اب یہ نقصان کون پورا کرے گا یہ کہہ کر انہوں نے شاموں کو مارنا شروع کر دیا شاموں نے بتانا چاہا کہ اُس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے مگر چودھری افضل نے شاموں کی ایک نہ سنی اتنی دیر میں شور و غل سن کر قصبے کے دوسرے لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے۔

اچانک عجیب سا شور مچنا شروع ہو گیا ہاتھی آگیا، ہاتھی آگیا یہ سننا تھا کہ وہاں موجود لوگ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے چیختے چلاتے دوڑ پڑے چودھری افضل بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جبکہ جہاں سے ہاتھی آ رہا تھا اُس نے دیکھا کہ چودھری افضل کا بیٹا شجاع اپنی ایک ٹانگ پکڑے اٹھنے کی کوشش کر رہا ہے شاید بھاگتے ہوئے اس کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔ اُدھر پاگل ہاتھی تیزی سے دوڑتا ہوا شجاع ہی کی جانب آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر شاموں میں نا جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی کہ وہ تیزی سے اُٹھ کر شجاع کی جانب بڑھا اور اُسے گود میں اٹھا کر ایک جانب بھاگنا شروع کر دیا۔

ہاتھی نے جب شاموں کو بھاگتے دیکھا تو اُس نے شاموں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ شاموں نے بھاگنے میں اپنی تمام طاقت صرف کر دی اس کی سانسیں پھولنے لگیں اُدھر ہاتھی شاموں کے قریب پہنچ گیا اور اپنی سونڈ آگے بڑھائی تاکہ وہ شاموں کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر زمین پر پٹخ سکے اسی لمحے دو دھماکے سنائی دیئے اور ہاتھی چنگھاڑتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ شاموں نے دیکھا کہ سامنے ہی چودھری افضل کے دوست ناصر صاحب ہاتھوں میں وہ رائفل لئے کھڑے تھے۔ اُن کی چلائی ہوئی گولی ہاتھی کے سر میں لگیں تھیں۔

اتنی دیر میں قصبے والے شاموں کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی بہادری پر اُسے شاباش دینے لگے۔ چودھری افضل نے بھی اپنے بیٹے کی جان بچانے پر اس کا شکریہ ادا کیا اور معافی مانگی۔ شجاع نے بھی شاموں سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کبھی ایسی شرارت نہیں کرے گا۔ جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور اس طرح شاموں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ ڈرپوک نہیں ہے بلکہ وہ بہادر انسان ہے۔

**"نوشِ قمتی" اس شخص کے ساتھ ہے جو اسے اپنے منصوبے میں شامل نہیں کرتا۔**

**"ھمدردی" کی زبان ایسی زبان ہے جسے بہرے سُن سکتے ہیں اور اندھے دیکھ سکتے ہیں۔**

# آؤ ملائیں ہاتھ

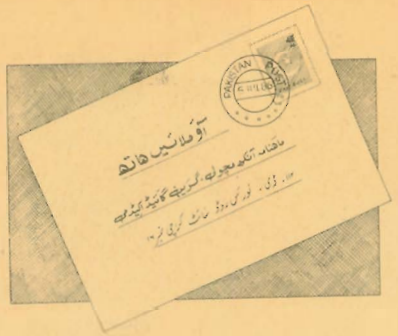

اے، جی، الجوہر، پندرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، مطالعہ پاکستان
بڑے ہوکر ملک وقوم کی خدمت کرنا

۳۳۴/B سبھنگوریہ ٹاؤن، عزیز آباد ——— کراچی نمبر ۳۸

عظمت سبحانی، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر پائلیٹ بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۱۶۵/ جی/۷/ ۲-۴، ——— اسلام آباد

محمد ناصر، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر بنک منیجر بننا چاہتا ہوں

۷۸۱۔ رضا بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، ——— لاہور

شمشیر شہاب الدین سولہ سال
جماعت، دہم مشغلہ، ڈڈیو گیم کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر فلمی ہیرو بننا چاہتا ہوں

بی/۲۷، رحیم آباد کالونی، فیڈرل بی ایریا، ——— کراچی

طاہر علی، انیس سال
جماعت دہم، مشغلہ کہانیاں لکھنا
پسندیدہ مضمون، فزکس
بڑے ہوکر ہاکی کا کھلاڑی بنوں گا۔

۶۶/۱۰۶۸/الف نزد موتی محل، گاڑی کھاتہ ——— حیدرآباد

محمد صالح، بارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ، رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

نزد مچھی مارکیٹ روڈ ——— ٹنڈوالہ یار سندھ

فرہاد خان، تیرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ رسالے پڑھنا
پسندیدہ مضمون اردو
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

الف/۱۱۹، ۱ لآصف اسکوائر، سہراب گوٹھ، ـــــ کراچی ۳۸

محمد آصف رضا، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ کہانیاں لکھنا
پسندیدہ مضمون اسلامیات
بڑے ہو کر ملک و قوم کی خدمت کرنا

محمد آصف رضا، پوسٹ بکس نمبر ۱۷۷، ـــــ سیالکوٹ

محمد اصغر نو سال
جماعت پنجم، مشغلہ تیراکی
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

گورنمنٹ ہائی اسکول، جیوانی، مکران ـــــ بلوچستان

شیر محمد افضل، تیرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ سکے جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

رول نمبر ۳۹ گورنمنٹ ہائی اسکول شمس آباد، ـــــ ملتان

شعیب الرحمٰن، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ مصوری کرنا
پسندیدہ مضمون، ڈرائنگ
بڑے ہو کر نامور مصور بننا چاہتا ہوں

کوارٹر نمبر سی/۴ نیو ہیرا ج کالونی، ـــــ سکھر

محمد انیس، چودہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون عربی
بڑے ہو کر سرجن بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۴۱۹، سی ون ایریا، لانڈھی نمبر ۲، ـــــ کراچی

خالد محمود جاوید، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون انگریزی
بڑے ہو کر پائیٹ بننا چاہتا ہوں

معرفت ملک سردار احمد، گورنمنٹ ہائی اسکول، شیخوپورہ

الیاس احمد، تیرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

گلی نمبر ۱، مکان نمبر ۲۸، عبداللہ پارک ـــــ لاہور

فیصل سعید، گیارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر فوجی آفیسر بننا چاہتا ہوں

نزد جی پی او کالونی، ہاڑہ روڈ، یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور

محبوب احمد، تیرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ خدمت خلق کرنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہو کر فوجی آفیسر بننا چاہتا ہوں

معرفت آصف بک ڈپو، سمنری، ـــــ ضلع تھرپارکر

محمد شیراز عباس، پندرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ، اسکاؤٹنگ
پسندیدہ مضمون، مطالعہ پاکستان
بڑے ہوکر فوجی بننا چاہتا ہوں

جونیئر برگیڈیر، حالی مسلم بوائز سیکنڈری اسکول، ——— کراچی نمبر ۵

عقیل احمد برڑو، نو سال
جماعت چہارم، مشغلہ، رسائل جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر بزنس مین بننا چاہتا ہوں۔

حاجی اللہ ڈنو میمن، شاہی بازار، ——— ٹھٹھہ سندھ

طاہر اقبال، چودہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت طاہر نیوز ایجنسی، عارف بازار، پورے والا ——— پنجاب

عدیل جان، چودہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، باسکٹ بال
پسندیدہ مضمون، حساب
مستقبل کے بارے میں ابھی سوچا نہیں۔

ایوب کریانہ مرچنٹ، بکٹ گنج بازار، ——— مردان

علیم الرحمٰن، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر محکمہ زراعت کا ڈائریکٹر بنوں گا۔

معرفت نور پور کلاتھ ہاؤس، ریل بازار، ——— ٹوبہ ٹیک سنگھ

محمد مبین خان، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، معلومات عامہ
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر ایڈیٹر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۲۹، عمار یاسر سوسائٹی، ملیر کالونی، ——— کراچی نمبر ۳۵

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

- طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں
- کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔
- قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلبا شریک ہو سکتے ہیں۔
- خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ——— عمر ——— کلاس ———

مشاغل ——— بڑے ہوکر کیا بننا چاہتے ہیں ———

——— اسکول میں پسندیدہ مضمون ———

پتہ ———

# ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

بچے پھول کی مانند ہیں۔ انہیں شگفتہ اور شاداب رکھنا آپ کا فرض ہے۔ بعض مہلک بیماریاں کسی بھی وقت حملہ آور ہو کر بچوں کو زندگی بھر کی معذوری یا کسی بڑے روگ میں مبتلا کر سکتی ہیں...
اپنے بچوں کو ان بیماریوں کے ممکنہ حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے قبل از وقت حفاظتی انتظامات کیجئے۔
اپنے بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگوائیے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیجئے۔ جن بچوں یا بڑوں کو ابتدائی عمر میں یہ ٹیکے نہیں لگے وہ یہ ٹیکے اب بھی لگوا سکتے ہیں۔ نیچے دیئے ہوئے چارٹ کے مطابق یہ کورس مکمل کروائیے ... یاد رکھیئے ذرا سی غفلت جان کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔

| بیماری | ٹیکے لگانے کی عمریں |
|---|---|
| تپ دق | ہر عمر میں لگ سکتا ہے مگر پیدائش کے بعد جتنی جلد لگے بہتر ہے۔ زندگی میں صرف ایک بار |
| خناق کھانسی کھانسی اور تشنج | چھوٹے بڑوں سب کو لگنا چاہیئے۔ اور ہر ۵ سال بعد دہرایا جائے۔ بچپن میں دو ماہ کی عمر سے شروع کریں اور دو دو ماہ بعد تین ٹیکے لگوائیں۔ |
| فالج (پولیو) | ۲ ماہ۔ ۴ ماہ۔ ۶ ماہ۔ ۱½ سال اور تین سال کی عمر میں یا اس کے بعد جب بھی ممکن ہو زندگی میں صرف ایک بار |
| خسرہ | ۹ ماہ کی عمر میں یا اس کے بعد جب بھی ممکن ہو زندگی میں صرف ایک بار |
| کن پیڑے چھوٹی خسرہ | سوا سال کی عمر یا اس کے بعد جب بھی ممکن ہو۔ زندگی میں صرف ایک بار |

# رسیلی سپاری

## وہ لطف جو آپ بار بار چاہیں ....

.....یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک اِس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند کر کے اِسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔

شالیمار فوڈ پروڈکٹس

Regd. No. M-266 DECEMBER 1986
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi

Everybody likes DANDY Fruit Gums

DANDY

The bubble gums
with 3 fruit flavours

Lemon Strawberry Orange

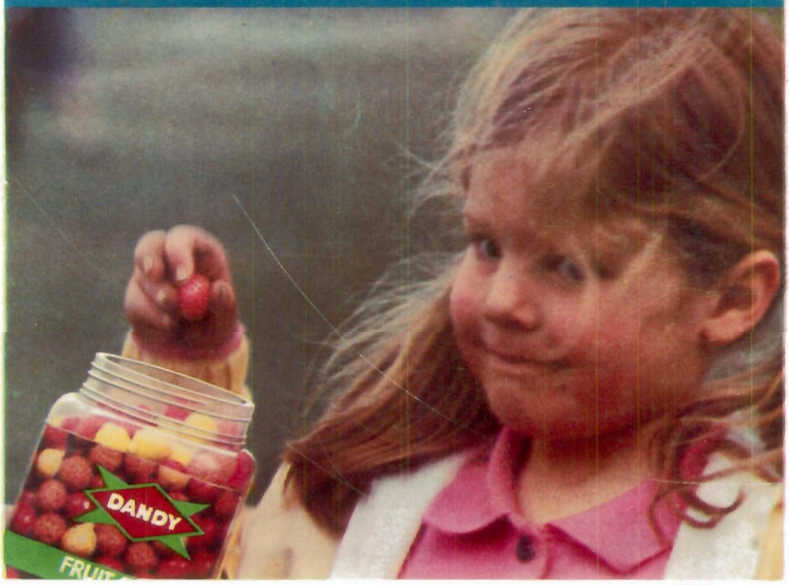


Printed by: LARE8 Printing Press Phone: 217310